ماہنامہ
ہمدرد
نونہال
جنوری ۲۰۱۷ء
حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ کی اہم خبر
صفحہ ۳۸ پر دیکھیے

اشاعت کا ۶۵ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہنامہ

ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۱ | جلد ۶۵

جنوری ۲۰۱۷ عیسوی

ربیع الثانی ۱۴۳۸ ہجری

ٹیلے فون — 36620945 — 36620949
36616001 — 36616004
ایکسٹینشن — (052 یا 066)
ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755
ای میل — hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org
ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info
فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

قیمت عام شمارہ
۳۵ روپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ روپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ روپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ روپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر | شاہ رخ طفیل، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

۹ حرکت میں صحت ہے

مسعود احمد برکاتی

نئی نئی مشینیں ایجاد کر کے انسان نے آرام تو پالیا، لیکن اپنی صحت کھو بیٹھا ہے

۱۳ بنی ہمت والی

بنیش صدیقہ

بصارت سے محروم ایک لڑکی کی ولولہ انگیز سچی اور سبق آموز کہانی

۲۱ اپنا مقدمہ

جاوید بسام

آپ کے پسندیدہ کردار "میاں بلاقی" اس بار جیل میں ہیں۔ ان پر کیا بیتی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

آج انسان کو نمائش کا بڑا چسکا لگ گیا ہے۔ ہر چیز میں نمائش نے ہماری زندگی مصیبت کر رکھی ہے۔ کپڑے ہوں تو بھڑکیلے، گھر ہو تو بڑا، فرنیچر ہو تو چمکیلا، غرض ہمارا جتنا بس چلتا ہے ہم اتنی ہی نمائش کرتے ہیں، لیکن ذرا غور کرو تو سادگی میں جو مزہ ہے وہ کسی چیز میں نہیں۔ سادہ چیز کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ سادگی ہی میں سلیقے کا اظہار ہوتا ہے۔ معمولی چیز سلیقے سے خوب صورت معلوم ہونے لگتی ہے۔ سادگی میں خرچ کم ہو تو آدمی کو زیادہ پیسے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ زیادہ پیسے کے لیے آدمی کو بہت سے غلط کام بھی کرنے پڑتے ہیں۔ غلط کام کر کے آدمی خوش نہیں رہ سکتا۔ اس طرح جو پیسہ آتا ہے وہ سکون اور خوشی نہیں دیتا، بلکہ پریشانی اور بڑھاتا ہے۔ پریشانی کے علاوہ شرمندگی بھی ہوتی ہے۔ نمائش اور فضول خرچی سے انسان اپنا ذہنی سکون کھو دیتا ہے۔

جب سے ہم نے سادگی چھوڑی ہے، ہماری زندگی مشکلات سے گھِر گئی ہے۔ ہم اخلاقی لحاظ سے کم زور ہو گئے ہیں۔ نمائش کا مطلب کیا ہے؟ نمائش کا مطلب ہے دو رنگی، یعنی اصل میں کچھ ہو اور دکھایا کچھ اور جائے۔ گویا حقیقت کو چھپانے اور لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا نام نمائش ہے۔ اس کے برعکس سادگی تو سادگی ہی ہے۔ جو اصل ہے وہی نظر آتا ہے، جو حقیقت ہے وہی دکھائی دیتی ہے۔ حقیقت میں بڑی کشش ہے۔ سادگی میں بڑا حسن ہے۔

سادگی کو اپناؤ، اپنا حسن بڑھاؤ۔

(ہمدرد نونہال جولائی ۱۹۸۵ء سے لیا گیا)

پہلی بات

سلیم فرخی

ماشاء اللہ آپ کا ہمدرد نونہال ۶۵ ویں سال میں داخل ہوگیا ہے۔ یہ جتنا بھی بوڑھا ہو جائے، آپ کے لیے نونہال ہی رہے گا۔

ہر عیسوی سال کے پہلے مہینے کی ۹ تاریخ کا دن شہید حکیم محمد سعید کی سال گرہ کی مناسبت سے ''یومِ نونہالانِ پاکستان'' قرار دیا گیا ہے۔ وہ قائدِ نونہال تھے اور نونہالانِ وطن کی تربیت کر رہے تھے۔ حکیم صاحب جانتے تھے کہ کسی عمارت کی بنیادی اینٹ اگر ٹیڑھی رکھ دی جائے تو پوری عمارت ٹیڑھی ہی تعمیر ہوگی اور یہ ایک دن گر بھی سکتی ہے۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے انھوں نے سب سے زیادہ زور علم سیکھنے پر دیا تھا، تاکہ نونہالوں میں شعور بڑھے اور اچھے خیالات پیدا ہوں۔ علم حاصل کرنے کا مطلب رَٹ کر یا نقل کر کے صرف امتحان پاس کرنا نہیں ہے۔ اس غلط طریقے سے پاس کیے ہوئے امتحان سے علم میں اضافہ نہیں ہوتا۔ ایسا نونہال علم سے کورا ہی رہتا ہے۔ مفید معلومات کو اپنے ذہن میں بٹھا لینا چاہیے۔ حروف اور الفاظ کا درست استعمال سیکھ کر اپنی لیاقت بڑھانا چاہیے۔ حکیم صاحب یہی چاہتے تھے، کیوں کہ وہ علم دوست انسان تھے اور اردو زبان کے علم بردار تھے۔

اردو کے ایک حرف ''ہ'' کی تین قسموں میں سے ایک دوچشمی (ھ) بھی ہے۔ اسے ہائے مخلوط کہا جاتا ہے۔ بہت سے نونہال (اور بعض بڑے بھی) ''ھ'' کا درست استعمال نہیں کر پاتے۔ سب سے پہلے تو یہ یاد رکھیے کہ یہ حرف کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتا، اس لیے ھیں، ھے، ھد یہ، ھدی، ھد ھد وغیرہ لکھنا غلط ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس حرف کی اپنی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ یہ اپنے سے پہلے والے حروف کے ساتھ مل کر ایک نئی آواز بناتا ہے، مثلاً بھ، پھ، تھ، جیسے ڈھول، دھوبی، بھائی وغیرہ۔

کچھ اور مثالیں بھی ہیں مثلاً دہن (منھ)، دھن (دولت)، دہاڑ (شیر کی آواز)، دھاڑ (ہجوم، مجمع، جتھا)، پہاڑ (پربت) اور پھاڑ (شگاف، چاک، دراڑ) وغیرہ وغیرہ۔

میں نے ایک دودھ فروش کی دکان پر ''دودھ اور دھی'' لکھا دیکھا تو دکان دار کی توجہ دلائی کہ جناب! آپ نے دودھ کے ساتھ دھی لکھا ہے، دھی کا مطلب تو بیٹی بھی ہوتا ہے اور عقل بھی۔ دکان دار نے اپنی کم عقلی پر افسوس کیا، میرا شکریہ ادا کیا اور بورڈ بدل دیا۔

اردو ہماری پیاری قومی زبان ہے۔ ہمیں اس پر فخر کرنا چاہیے اور اس پر عبور بھی حاصل کرنا چاہیے۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جہالت، افلاس کی بدترین قسم ہے۔

مرسلہ : مہک، عبدالرافع، لیاقت آباد

مولانا جلال الدین رومیؒ

ایک ہزار قابل انسان مرجانے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا، جتنا کہ ایک ''احمق'' کے صاحب اختیار ہوجانے سے ہوتا ہے۔

مرسلہ : تحریم محمد ابراہیم احمدانی، سانگھڑ

امام غزالیؒ

کلام میں نرمی اختیار کرو، لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔ مرسلہ : محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

البیرونی

انسان عقل سے پہچانا جاتا ہے، شکل سے نہیں۔

مرسلہ : پرویز حسین، کراچی

فردوسی

کردار ایسا ہیرا ہے، جو پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

مرسلہ : محمد ارسلان صدیقی، کراچی

جبران خلیل جبران

محبت اور شک ایک دل میں نہیں رہ سکتے۔

مرسلہ : آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو

شہید حکیم محمد سعید

آدمی کی فطرت ہے کہ وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے۔ مرسلہ : عبدالرحمن قیصر، شومارکیٹ

مستنصر حسین تارڑ

اہم بات یہ نہیں کہ آپ ہار گئے۔ اہم بات یہ ہے کہ ہارنے کے بعد آپ ہمت تو نہیں ہار گئے۔

مرسلہ : شہزیم راجا، جھڈو

سموئیل جانسن

تجسس، ذہین لوگوں کی ایک مستقل خوبی ہے۔

مرسلہ : ایان فیصل علی، نارتھ کراچی

شیکسپیئر

خوشامد کرنے والا اور سن کر خوش ہونے والا دونوں ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔

مرسلہ: ماہ نور اشعر، کراچی

حمدِ باری تعالیٰ

ریاض حسین قمر

یہ چرندے ، یہ پرندے ، یہ فضائیں ، یہ ہوا
حمد کرتے ہیں اسی کی مل کے سب صبح و مسا

بس وہی ہستی، جو ہے سب کی رگِ جاں سے قریب
خالقِ ارض و سما ہے ، مالکِ ارض و سما

پتھروں میں بھی غذا دیتا ہے کیڑوں کو وہی
سب کا پالن ہار ہے وہ، سب کی سنتا ہے دعا

ان پرندوں کو ہواؤں میں اُڑاتا ہے وہی
جس نے مٹی میں چھپائے ہیں خزانے بے بہا

اس کے آگے خم ہوئے ہیں سب شہنشاہوں کے سر
سب کا وہ حاجت روا ہے، سب کا وہ مشکل کشا

سب جہانوں کے خزانے ہیں اس کے ہاتھ میں
حاکمِ اعلا ہے اس دنیا میں ذاتِ کبریا

تن گیا پھر اس کا سر اغیار کے آگے قمر
جس کا سر اک بار اس ہستی کے آگے جھک گیا

سالِ نو مبارک

ضیاالحسن ضیا

سالِ نو مبارک عزیزو!
ہو مسرت، میسّر سبھی کو
شادمانی کا یہ سال ٹھیرے
کام بن جائیں بگڑے سبھی کے
پورے اپنے فرائض کریں ہم
دل سے مٹ جائیں غفلت کے سب غم
اپنی ملت کے ہم کام آئیں
پیار کے دیپ ہر سُو جلائیں
کام جو رہ گئے تھے ادھورے
سالِ نو میں کریں آؤ پورے
شوق سے علم حاصل کریں ہم
سر بلندی کی جانب بڑھیں ہم
دین کی رہگزر پر چلیں گے
حق کا پیغام ہم سب کو دیں گے
اب بھی ہیں جو اندھیرے میں غافل
ان کو لے کر چلیں سُوئے منزل
مل کے ہم دیس کو جگمگائیں
سارے اندھیارے ہم سب مٹائیں
اے ضیاؔ! رب کا ہم پر کرم ہے
دور ہر ایک دل سے الم ہے

حرکت میں صحت ہے

مسعود احمد برکاتی

''میں نے تم سے کہا تھا کہ جمیل کے ہاں جاکر اس سے ماموں کے حج سے واپس آنے کی تاریخ معلوم کر آنا، تم تو ابھی تک بیٹھے ہو، ذرا سی تکلیف کر لیتے تو کیا تھا۔'' مختار نے اپنے چھوٹے بھائی اقبال سے کہا تو اقبال نے کہا کہ جی میں نے تاریخ معلوم کر لی ہے۔ ماموں ۲۹ مارچ کو آ رہے ہیں۔ تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ میاں نے فون کی سہولت دی ہے تو کیوں ٹانگیں توڑتا۔ فون سے کام چلا لیا۔ اقبال کی بات صحیح تھی، لیکن ٹانگوں کو تکلیف سے بچانے کی عادت نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے اور وہ نقصان ہے صحت کی خرابی کا۔

پہلے زمانے میں اتنی آسانیاں نہیں تھیں۔ جیسی مشینیں اب ایجاد اور عام ہو گئی ہیں، وہ بھی نہیں تھیں۔ ہر کام ہاتھ سے کرنا پڑتا تھا، کہیں جانے کے لیے ٹانگوں کو حرکت دینی پڑتی تھی۔ کھیل بھی ایسے تھے کہ جن میں جسم کے اعضا کو حرکت کرنی پڑتی تھی، بھاگنا دوڑنا پڑتا تھا۔ یہ کھیل اب بھی ہیں اور نونہال اور نوجوان ان کو اب بھی کھیلتے ہیں، لیکن اب یہ کھیل کم ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تفریح کے لیے انٹرنیٹ اور وڈیو گیمز عام ہو گئے ہیں۔ بچے فرصت کے وقت میدان میں جانے کے بجائے کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی پر کارٹون فلمیں دیکھتے ہیں، وڈیو گیمز کھیلنے میں وقت صرف کرتے ہیں یا کمپیوٹر کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ اس طرح ان کا دل تو بہل جاتا ہے اور دماغ کو تفریح بھی مل جاتی ہے، لیکن جسم کو حرکت نہیں ہوتی، ہاتھ پیروں کو استعمال کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ نتیجہ کیا

ہے؟ بیماری، صحت کی خرابی اور کم زوری۔

صحت کے لیے آرام ضروری ہے۔ آرام کے دوران جسم اپنی کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کرتا ہے، اپنی مرمت کرتا ہے، لیکن آرام کی ضرورت اسی وقت ہوتی ہے جب آپ محنت کر چکے ہوں، ہاتھ پیر ہلائے جا چکے ہوں، خوب کام کر چکے ہوں۔ حرکت سے جسم میں خون کی روانی میں اضافہ ہوتا ہے، اندرونی اعضا میں آکسیجن زیادہ پہنچتی ہے۔ غذا ہضم ہو کر حرارت اور طاقت میں تبدیل ہوتی ہے، اس لیے حرکت ضروری ہے۔

ہماری موجودہ زندگی میں جسمانی حرکت اور محنت کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ ہم ذہنی اور دماغی محنت تو شاید پہلے سے زیادہ کرنے لگے ہیں، لیکن جسم کا استعمال کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ جس کام کے لیے ہمیں پہلے مجبوراً چلنا پڑتا تھا، اب وہ کام موبائل فون سے آسانی سے ہو جاتا ہے۔ ہر جگہ جانے کے لیے بس، موٹر کار اور موٹر سائیکل مل جاتی ہے، اس لیے ٹانگوں کا استعمال ضروری نہیں رہا۔ چلنے میں صرف ٹانگیں ہی کام نہیں کرتیں، بلکہ پورا جسم حرکت کرتا ہے۔ ہاتھ بھی ہلتے ہیں، سانس بھی تیز چلتی ہے اور اس طرح تازہ ہوا اور آکسیجن جسم میں زیادہ پہنچتی ہے۔ جس کار یا بس میں آپ سفر کرتے ہیں، وہ دوڑتی ہے اور حرکت ہی کی وجہ سے اس کی صحت قائم رہتی ہے، یعنی وہ ٹھیک کام کرتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر کار کو چند دن تک کھڑا کر دیں اور چلائیں نہیں تو وہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کی بیٹری فیل ہو جاتی ہے۔ چلنے ہی سے بیٹری چارج ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کی بیٹری بھی چلنے پھرنے، ہاتھ پیر ہلانے اور محنت ہی سے چارج ہوتی ہے اور اس طرح انسان بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور تن درست اور توانا رہتا ہے۔

زندہ رہنے کے لیے حرکت ضروری ہے، حرکت سے مطلب ہے چہل قدمی، ورزش اور کھیل کود۔ بچوں کے لیے جسمانی کھیل صرف تفریح ہی کا نہیں، صحت مند رہنے کا ذریعہ بھی ہے۔ جو بچے کھیل کود میں حصہ نہیں لیتے وہ کم زور رہتے ہیں۔ جو جوان اور جو بوڑھے چلتے پھرتے نہیں اور محنت کے کام نہیں کرتے وہ بیمار رہنے لگتے ہیں۔ ورزش نہ کرنے اور نہ کھیلنے کے نقصانات چاہے فوراً محسوس نہ ہوں، لیکن بہت ہوتے ہیں اور بہت دن تک رہتے ہیں۔ شکر کی بیماری، دل کی تکلیف، جوڑوں کا درد، ہاضمے کی خرابی اور اسی قسم کی کئی بیماریاں حرکت نہ کرنے کی وجہ ہی سے ہوتی ہیں، اس لیے نونہال شروع ہی سے اس کا خیال رکھیں تو ان کی جوانی اور بڑھاپے کی زندگی آرام سے گزرے گی۔ صحت اور طاقت ہمیشہ ان کا ساتھ دے گی۔ **(اپریل ۲۰۰۲ء کی ایک تحریر)**

لکھنے والے نونہالوں کو مشورہ

نونہال کہانی، مضمون وغیرہ جب اشاعت کے لیے بھیجیں تو ایک نقل (فوٹو کاپی) اپنے پاس ضرور رکھا کریں۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی تحریر شائع ہو جائے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں کہ کہاں کہاں تبدیلی کی گئی ہے۔ کس جملے کو کس طرح درست کیا گیا ہے۔ کون سا پیراگراف کاٹا گیا ہے اور نیا پیرا کہاں سے شروع کیا گیا ہے۔ تحریر کا عنوان بدلا گیا ہے یا نہیں اور اگر بدلا گیا ہے تو کیا یہ پوری تحریر کا احاطہ کر رہا ہے یا نہیں۔ ایسا کرنے سے آپ بہت جلد اچھا لکھنے لگیں گے۔ تحریر لکھ کر اس کے نیچے اپنا پتا ضرور لکھ دیں، ورنہ تحریر ضائع ہو جائے گی۔ طویل تحریر نہ لکھیں۔ ☆

نیا سال آیا

سید انور جاوید ہاشمی

عزیزانِ مَن ، نونہالو! مبارک
سپاہِ وطن ، نونہالو! مبارک
یہ خوشیوں ، ترقی کا پیغام لایا
نیا سال آیا ، نیا سال آیا

نئے عزم و ہمت سے بڑھنا ہے آگے
سبھی نونہالوں کو پڑھنا ہے آگے
عمل میں سدا علم ہی کام آیا
یہی درس لے کر نیا سال آیا

کریں یاد کیوں نہ شہیدِ وطن کو
محبت سے خدمت کو ، ان کی لگن کو
دیانت سے ہر فرض جس نے نباہا
سکھانے سبق پھر نیا سال آیا

بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلیں گے
اسی عزم سے ہم بھی آگے بڑھیں گے
وہی جس نے لوگوں کو آگے بڑھایا
یہی درس دینے نیا سال آیا

بیٹی ہمت والی

بینش صدیقہ

والدین بہت پریشان تھے، کیوں کہ ان کی چار سالہ بیٹی صائمہ کی پوری زندگی کا سوال تھا۔ ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کر کے جواب دے دیا تھا۔ صائمہ کی امی کا رو رو کر بُرا حال تھا۔ والد فوراً صائمہ کو شہر کے سب سے مشہور آئی اسپیشلسٹ کے پاس لے گئے۔ جہاں مختلف ٹیسٹس کے بعد ڈاکٹروں نے والدین کو واضح طور پر بتا دیا کہ اس بیماری میں صائمہ رفتہ رفتہ بینائی سے مکمل طور پر ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ ملک میں موجود آنکھوں کے تمام ماہرین سے مشورہ کرنے کے بعد صائمہ کو علاج کی خاطر امریکا لے جانے کا فیصلہ ہوا۔ امریکی ڈاکٹرز کی مہارت بھی اس معاملے میں بس اتنا ہی کام آئی کہ بصارت سے محرومی کی رفتار سست تو ہوئی، لیکن مکمل طور پر وہ بھی اسے روک نہ سکے۔

صائمہ بڑی ہوتی گئی اور اس کے دیکھنے کی صلاحیت کم ہوتی چلی گئی، ایسے میں والدین نے اس کی معذوری کو اس کی کم زوری نہیں بننے دیا۔ انھوں نے صائمہ کو آنے والے وقت اور حالات کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دیا۔

آخر ان کی دن رات کی کوششوں سے ان کی چہیتی، لاڈلی بیٹی زندگی کی طرف لوٹنے لگی۔ والدین کی طرح صائمہ نے بھی اس آزمائش کو اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کر لیا۔ چودہ برس کی عمر میں صائمہ پچاس فی صد تک دیکھ سکتی تھی۔ جلد ہی اس کی دنیا مکمل طور پر اندھیری ہو گئی، لیکن اس کا ذہن اور دل روشن تھا۔ اس نے بصارت سے محرومی کے باوجود عام بچوں کے اسکول سے تعلیم مکمل کی۔ جہاں وہ سب سے ممتاز رہی، اسکول میں شان دار کام یابی کے بعد صائمہ کو ملک کے سب سے مشہور کالج میں آسانی سے داخلہ مل گیا۔ اس کالج میں

داخلہ ملنا جہاں بڑا اعزاز تھا، وہیں ملک بھر کے ذہانت سے بھرپور نوجوانوں کے درمیان اپنے آپ کو منوانا بھی کسی کڑے امتحان سے کم نہ تھا۔ سخت مقابلے کی اس فضا میں کبھی کبھی صائمہ کو اپنی معذوری کا شدت سے احساس ہوتا اور ہمت ہارنے لگی، لیکن اپنی مصروفیات کے باوجود اس کے والد اپنی بیٹی کے لیے مضبوط سہارا تھے۔

اس کی تعلیمی مشکلات کا حل انھوں نے یہ نکالا کہ اس کے مضامین کو آڈیو کیسٹس میں رکارڈ کر کے صائمہ کو سنواتے، جسے وہ اپنے ذہن میں بٹھا لیتی۔ ان کی یہ محنت یوں وصول ہوئی کہ ملک کے معروف تعلیمی ادارے میں سیکڑوں ذہین طالب علموں کے درمیان صائمہ نے گریجویشن میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔

اب اس کی اگلی منزل انگریزی ادب میں ماسٹرز کرنا تھا۔ کالج انتظامیہ نے صائمہ کی معذوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امتحان دینے کے لیے مددگار کا انتظام کر دیا۔ یعنی دیگر معذوری کے شکار طلبا کی طرح صائمہ امتحانی سوالات کا جواب بولتی جاتی اور مددگار انھیں امتحانی کاپی پر نقل کرتا جاتا، لیکن صائمہ نے ایسی کوئی بھی مدد لینے سے انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ معذور ضرور ہے، لیکن اسے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ آخر کالج انتظامیہ نے کالج کا فخر سمجھی جانے والی صائمہ سلیم کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے پہلی بار بریل (اُبھرے ہوئے لفظوں والی تحریر) میں امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔ اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنے والی صائمہ نے ثابت کیا کہ وہ اپنے عزم میں بالکل درست تھی، کیوں کہ ماسٹرز میں ایک بار پھر اس نے آنکھوں والوں کے پیچھے چھوڑ دیا اور گولڈ میڈل کی حق دار ٹھیری۔

شان دار کام یابی کے بعد صائمہ کو بطور لیکچرار منتخب کر لیا گیا۔ ساتھ ہی اس نے ایم فل بھی مکمل کر لیا۔ ۲۰۰۵ء میں اس نے سول سروس میں ملازمت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس

نے سول سروس کو کمپیوٹر میں امتحان دینے کی درخواست کی، جسے رَد کر دیا گیا، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ آخر وزیر اعظم پاکستان نے صائمہ کی درخواست منظور کرتے ہوئے سول سروس کمیشن کو صائمہ کے لیے خصوصی انتظامات کی ہدایت کی۔

کمیشن کے امتحان کا نتیجہ ایک بار پھر حیران کن تھا۔ بصارت سے محروم صائمہ نے پاکستان بھر میں چھٹی اور لڑکیوں میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور یوں وہ سول سروس میں آنے والی پہلی نابینا خاتون بن گئیں۔

اب وہ فارن سروس (بیرونِ ملک ملازمت) میں جانا چاہتی تھیں۔ سول سروس کمیشن نے اس کی اول پوزیشن کے باوجود فارن سروس میں بھیجنے سے انکار کر دیا۔ صائمہ کی غیر معمولی صلاحیتوں سے ہر شخص متاثر تو تھا، لیکن قانون کے آڑے نہیں آ سکتا تھا۔ آخر معاملہ ایک بار پھر وزیر اعظم تک پہنچا، جہاں انھوں نے اس خصوصی معاملے کو منظور کرتے ہوئے صائمہ کے حق میں فیصلہ دیا۔

فارن سروس اکیڈمی کے ہر امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرتے ہوئے صائمہ سلیم ایک اور گولڈ میڈل کی حق دار ٹھیریں۔ اس شان دار کام یابی کو دیکھتے ہوئے انھیں ممتاز امریکی تعلیمی ادارے ''جارج ٹاؤن یونی ورسٹی'' کی جانب سے ''فل برائٹ اسکالرشپ'' کا حق دار قرار دیا گیا۔

گزشتہ پانچ برسوں سے صائمہ سلیم اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی طرف سے فرسٹ سیکریٹری کے طور پر کام کر رہی ہیں۔

صائمہ سلیم تمام تر مشکلات کے باوجود مایوس نہیں ہوئیں۔ ہر اس رکاوٹ کو عبور کیا جو ان کی محنت اور صلاحیت کے آڑے آئی۔ صائمہ سلیم نے ثابت کیا کہ اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنا ہی کام یابی کی کنجی ہے۔ ☆

شہید حکیم محمد سعید کا بچپن

نسرین شاہین

ہمارے پیارے شہید حکیم محمد سعید ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے اندر ایک ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ جو بھی ان سے ایک بار ملتا، وہ بار بار ملنے کی خواہش کرتا۔ اس پسندیدگی کی بڑی وجہ حکیم صاحب میں موجود انسان دوستی اور ہمدردی جیسی اعلا صفات تھیں۔ وہ علم کے بڑے شیدائی تھے اور اپنے ملک کے نونہالوں کو علم سے آراستہ دیکھنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی زندگی نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت کے لیے وقف کر دی تھی۔ حکیم صاحب کی شخصیت علم کا ایک ایسا مینار تھی، جس کے اندر سے علم کی روشن کرنیں پھوٹتی تھیں اور یہ روشنی آج بھی نونہالوں کی راہنمائی کرتی ہیں۔

شہید حکیم محمد سعید ۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے اور بے حد ذہین اور شرارتی تھے۔ ابھی محمد سعید کی عمر دو برس ہی تھی کہ ان کے والدِ محترم حکیم حافظ عبدالمجید صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حکیم صاحب کی تعلیم و تربیت بہت اچھے ماحول میں ہوئی۔ تین سال کی عمر میں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ صرف پانچ برس کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کر لیا اور نویں برس میں وہ قرآن کے حافظ بن گئے۔ حافظ سعید نے ۱۹۲۷ء میں حج بھی کر لیا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں پہلا روزہ رکھا۔ پھر اردو، انگریزی، عربی، فارسی پڑھی۔ سولہ سال کی عمر میں طبیہ کالج دہلی میں داخلہ ہوا۔ عمر کم تھی، اس لیے داخلے سے انکار رہا، لیکن اپنی قابلیت سے حاجی حافظ محمد سعید کو داخلہ مل ہی گیا۔ یہاں عربی اور فارسی کام آئی۔ طب کی تعلیم خوب محنت سے حاصل کی اور بیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی حکیم بن گئے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد محمد سعید، حکیم محمد سعید کہلائے اور آج بھی ''حکیم صاحب'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

پڑھائی کے ساتھ ساتھ حکیم محمد سعید ہر کھیل کھیلا کرتے تھے، دس سے چودہ برس کی عمر تک

۱۹۹۴ء میں عالمی یوم صحت پر بین الاقوامی نونہال صحت کانفرنس میں شہید حکیم محمد سعید نونہالوں کے ساتھ

فٹ بال، بیڈمنٹن، گلی ڈنڈا جیسے کھیل کھیلتے رہے۔ شطرنج میں اتنی مہارت تھی کہ ۱۹۷۵ء میں روس کے ایک میزبان کو ہرادیا۔ مرغ لڑانے کا بھی شوق رہا۔ پہلوانی بھی کرتے تھے، پہاڑوں پر چڑھائی کا بے حد شوق تھا، کبوتر بازی کے ماہر بھی تھے۔

حکیم محمد سعید کا بچپن نہایت شان دار گزرا۔ کھیل کے میدانوں میں بھی اور تعلیم کے میدانوں میں بھی شان سے آگے بڑھے۔ بچپن اور لڑکپن میں حکیم صاحب کھلنڈرے اور شرارتی تھے، جب تک حکیم محمد سعید طبیب نہ بنے وہ کھیل کود کے بھی رسیا رہے، شرارتیں بھی جاری رہیں۔

حکیم صاحب کیرم بورڈ کھیلنے کے بھی ماہر تھے۔ ایک مرتبہ کیرم بورڈ میں آل انڈیا وائی ایم سی اے، میچ میں اپنی مہارت کی ایسی دھاک بٹھائی کہ ایک داؤ میں سات آٹھ گوٹیں لے لیتے تھے، موٹر سائیکل کے بھی سوار رہے، ۱۹۳۳ء میں جب حکیم صاحب کی عمر تیرہ سال تھی، ڈرائیونگ لائسنس حاصل کیا۔ حکیم صاحب کو کشتی رانی کا شوق بھی تھا۔

بچپن میں حکیم صاحب کپڑے کی ٹوپی پہنتے تھے۔ ہر جمعہ کو وہ خود اپنی ٹوپی دھوتے اور

کلف دیتے، سانچے پر چڑھا کر دھوپ میں سوکھنے کے لیے رکھ دیتے۔

بقول حکیم محمد سعید ''ٹوپی سوکھ کر کڑک ہو جاتی اور ہم بڑے ٹھاٹھ سے اسے پہن کر اکڑتے تھے۔'' (حوالہ 'حیاتِ سعید)

حکیم محمد سعید کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو ماسٹر ممتاز حسین اُستاد مقرر ہوئے، اردو، حساب اور انگریزی کی تعلیم کے بعد عربی اور فارسی کی تعلیم کا آغاز ہوا، اس کے لیے جناب مولانا قاضی سجاد حسین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ وہ اپنے مزاج کے خلاف حکیم محمد سعید کو فارسی اور عربی ان کے گھر جا کر پڑھانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

اگرچہ بچپن میں حکیم محمد سعید کی دل چسپیاں طرح طرح کی تھیں، تاہم وہ ایک ذہین طالب علم تھے۔ بچپن اور لڑکپن میں لاہور کا مشہور زمانہ بچوں کا رسالہ ''پھول'' مطالعے میں آیا۔ ''غنچہ'' اور ''پیامِ تعلیم'' بھی ان کے محبوب رسالے تھے۔

چودہ برس کی عمر میں حکیم محمد سعید کا رجحان صحافت کی طرف تھا۔ حکیم محمد سعید اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میں حکیم نہ ہوتا تو ضرور صحافی ہوتا، مگر ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالحمید چاہتے تھے کہ وہ طب کی تعلیم حاصل کریں۔ طبیب بن کر خاندانی روایات کو آگے بڑھائیں اور دواخانہ ہمدرد میں ان کے ساتھ کام کریں۔ ۱۹۴۰ء میں حکیم محمد سعید نے ۲۰ سال کی عمر میں ہمدرد صحت کا شمارہ پہلی بار ایڈٹ کیا۔

حکیم محمد سعید کو بچوں سے بہت محبت تھی، وہ بچوں کو اپنا دوست کہتے تھے، ان کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کی تربیت کے لیے ''ہمدرد نونہال'' رسالہ جاری کیا۔ ہمدرد نونہال اسمبلی قائم کی، جس کے ذریعے سے بچے اپنی ذہنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جہاں بچے مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے اور خود اعتمادی حاصل کرتے ہیں۔ حکیم صاحب نے بچوں کو پاکستان سے محبت کرنا سکھایا۔ پیدائش سے شہادت تک، حکیم محمد سعید کی پوری زندگی قابلِ رشک اور قابلِ تقلید رہی۔ ☆

اک ستارہ ہے تُو اہلِ دیں کے لیے
اک نظارہ ہے ذوق یقیں کے لیے
جان دی تُو نے جس سرزمیں کے لیے
اُس پہ پڑنے نہ دیں گے کسی کے قدم

اے شہیدِ وطن

موت تیری نئ زیست کا نام ہے
تجھ کو حاصل شہادت بھرا جام ہے
تیرے ہونٹوں پہ پیہم یہ پیغام ہے
یونہی بڑھتے رہیں گے ہمارے قدم

اے شہیدِ وطن

کُفر کو جب زمیں سے مٹادیں گے ہم
سبز پرچم کو ہر سُو لگادیں گے ہم
تب تیرے خوں کا بدلہ چکادیں گے ہم
پھر نہ ہوگا ہمیں تیرے مرنے کا غم

اے شہیدِ وطن

ابنِ کوکب! سلام اہلِ ایمان پر
اہلِ عرفان پر، اہلِ ایقان پر
جاں لُٹا دی ہے حق کے فرمان پر
ہر نوشتہ شہیدِ وطن پر رقم

اے شہیدِ وطن

اپنا مقدمہ

جاوید بسام

اس دن بہت گرمی تھی۔ میاں بلاتی ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے گھوڑوں کو پیاسا محسوس کیا۔ اس نے نظر دوڑائی تو کچھ فاصلے پر ایک قدیم طرز کا پیلے پتھروں اور گول ستونوں سے بنا، محرابی چھت والا حویلی نما گھر دکھائی دیا۔ اس کے وسیع احاطے میں کنواں بھی تھا۔ بلاتی کو اس کے قریب کسی انسان کی ایک جھلک سی نظر آئی تھی۔ وہ ڈول لے کر بگھی سے اُترا اور پھاٹک پر پہنچا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی سے پانی لینے کی اجازت لے لے، لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ آخر اس نے یونہی پانی لینے کا فیصلہ کیا اور کُھلے پھاٹک سے اندر داخل ہو گیا۔

کنویں کے پاس پہنچ کر جونہی اس نے رسی پر ہاتھ رکھا، اچانک کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ گھوم کر کنویں کے دوسری طرف پہنچا تو اُچھل پڑا۔ ایک آدمی زمین پر گرا ہوا

تھا، جس کے پیٹ میں خنجر دستے تک پیوست تھا۔ خون بہت بہ چکا تھا۔ بلاقی کو دیکھ کر وہ کلبلایا اور خنجر باہر نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ بلاقی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ آدمی پھر تکلیف سے کراہا اور خنجر کی طرف اشارہ کیا، پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ بلاقی نے بے اختیار آگے بڑھ کر خنجر اس کے پیٹ سے باہر کھینچ لیا اور کوئی چیز ڈھونڈنے لگا، تا کہ زخم پر باندھ سکے، اچانک دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے دیکھا کہ حویلی سے دو آدمی بھاگتے ہوئے آ رہے ہیں۔ قریب آ کر وہ چلّانے لگے: ''ہائے مار دیا! ہمارے بھائی کو مار دیا۔''

بلاقی گھبرا کر بولا: ''نہیں میں نے نہیں مارا۔'' اور خنجر زمین پر پھینک دیا۔

''تم قاتل ہو۔ تم نے مارا ہے۔'' دونوں آدمی ایک ساتھ بولے۔

اسی دوران زخمی نے دم توڑ دیا۔ دونوں نے بلاقی کو پکڑ لیا۔ جلد ہی وہاں پولیس بھی آ گئی۔ مرنے والے کا نام سر ولیم تھا، باقی دو اس کے بھائی جیک اور البرٹ تھے۔ جیک نے

پولیس کو بتایا کہ اس نے ہمارے بھائی کو لوٹ کر مار ڈالا ہے۔

بلاقی بولا: ''نہیں میں نے کسی کو نہیں مارا۔''

جیک غصے سے بولا: ''یہی قاتل ہے، اس کی تلاشی لو۔''

پولیس افسر نے بلاقی کی تلاشی لی اور اس کے کوٹ کی جیب سے سونے کی ایک جیبی گھڑی برآمد ہوئی۔

جیک اور البرٹ چلائے: ''دیکھو یہ ہمارے بھائی کی گھڑی ہے، یہی قاتل ہے۔''

بلاقی حیرت سے بولا: ''میں یہ گھڑی پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں۔''

''یہ جھوٹا ہے، اسے گرفتار کرلو۔'' جیک نے کہا۔

پولیس افسر نے بلاقی کو حراست میں لیا اور وہ تھانے روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن بلاقی کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ جج ہنری نے پوچھا: ''میاں بلاقی! تم نے سرولیم کو قتل کیا ہے؟''

بلاقی بولا: ''نہیں جناب! میں قتل نہیں کر سکتا۔''

''لیکن خنجر پر اُنگلیوں کے نشان اور جیب سے مقتول کی گھڑی برآمد ہونا تمھیں قاتل ثابت کر رہے ہیں۔''

بلاقی نے پورا واقعہ سنایا اور بولا: ''یہ میرے خلاف سازش ہے۔''

جج صاحب نے پولیس کو حکم دیا کہ معاملے کی اچھی طرح چھان بین کی جائے۔ بلاقی کو جیل بھیج دیا گیا۔ پولیس کئی دنوں تک تفتیش کرتی رہی، لیکن تمام ثبوت بلاقی کو قاتل ثابت کر رہے تھے۔ اسے پھر عدالت میں پیش کیا گیا اور اسے مجرم قرار دیا گیا۔ مقدمے کا فیصلہ کچھ دن بعد سنایا جانا تھا۔ پولیس، بلاقی پر زور ڈال رہی تھی کہ وہ قتل کا اقرار کرلے، لیکن وہ اپنی بات پر پتھر کی طرح جما ہوا تھا۔ اس خبر کو پورے قصبے میں دکھ اور افسوس کے ساتھ سنا گیا، جگہ جگہ لوگ کھڑے باتیں

کر رہے تھے۔ زیادہ تر لوگوں کا خیال تھا کہ بلاقی قتل نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو اس سے ہمدردی تھی، لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

بلاقی کے دوست اس سے ملنے آرہے تھے۔ وہ سب افسردہ تھے۔ ایک دن ایک عورت اس کے پاس آئی۔ عورت ملاقات کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ بلاقی کو وہاں بلایا گیا۔ بلاقی نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رو رہی تھی۔ بلاقی کمرے میں داخل ہوا تو وہ چلائی:

''ظالم آدمی! تم نے انھیں کیوں مارا؟''

''نہیں، میں نے کسی کو نہیں مارا۔'' بلاقی بولا۔

عورت سر جھکائے روتی رہی پھر چلائی: ''میں دوبارہ تمھاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی، چلے جاؤ۔''

بلاقی خاموش کھڑا تھا۔

وہ بولی: ''جاؤ! کھڑے کیوں ہو؟ میرا دل غم سے پھٹا جا رہا ہے۔''

''تم مجھے بُرا بھلا کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکتی ہو، لیکن قتل میں نے نہیں کیا۔'' بلاقی نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

''پھر کس نے کیا ہے؟'' عورت غصے سے بولی اور اس کا چہرہ غور سے دیکھنے لگی۔ اچانک وہ حیرت سے چلائی: ''تم تو...... شاید میاں بلاقی ہو؟'' وہ کھڑی ہوئی اور بلاقی کو قریب سے دیکھنے لگی: ''ہاں، تم بہت بدل گئے ہو، لیکن میں تمھیں نہیں بھول سکتی۔''

''تم کون ہو؟'' بلاقی نے پوچھا۔

''میں سرولیم کی پرانی ملازمہ ہوں اور رات ہی گاؤں سے آئی ہوں۔''

''تم مجھے کیسے جانتی ہو؟''

''برسوں پہلے تم نے میرے بیٹے کو ندی میں ڈوبنے سے بچایا تھا۔ وہ اب شہر کی ایک فیکٹری میں کام کرتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم قاتل کیسے ہو سکتے ہو؟ جو خود کو خطرے

میں ڈال کر دوسرے کی جان بچائے وہ کسی کی جان کیسے لے سکتا ہے۔''

''میں اپنی غلطی کی وجہ سے اس چنگل میں پھنس گیا ہوں۔''

دونوں بیٹھ گئے۔ ملازمہ بے چینی سے بلاقی کو دیکھ رہی تھی، جب کہ بلاقی کسی سوچ میں گم تھا۔ وہ بولا: ''تم اس گھر کی پرانی ملازمہ ہو، چاہو تو میری مدد کر سکتی ہو۔''

''کیسی مدد؟''

''مجھے اُن کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔''

ملازمہ بولی: ''سر ولیم حویلی میں رہتے تھے اور باقی دونوں بھائی گاؤں میں رہتے ہیں۔ وہاں اُن کی زمینیں اور فارم ہیں۔ گھر میں دو ملازم اور ہیں۔ ایک باورچی اور دوسرا ڈرائیور، لیکن قتل والے دن وہ بھی گھر میں نہیں تھے۔''

بلاقی سر ہلانے لگا، پھر بولا: ''کیا تم کوئی ایسی بات جانتی ہو جو دوسروں کو معلوم نہ ہو؟''

ملازمہ سوچ کر بولی: ''ہاں، سر ولیم ان دونوں کے سگے بھائی نہیں تھے۔''

بلاقی چونک کر بولا: ''یہ بہت اہم بات ہے۔ ہو سکتا ہے، ان کے درمیان کوئی اختلاف ہو گیا ہو، کیا تم نے کوئی بات محسوس کی تھی؟''

''نہیں، سر ولیم نوکروں کے سامنے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔''

''کیا بھائی ان سے ملنے آتے رہتے تھے؟''

''بہت کم، لیکن ان میں خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔''

''کیا تم وہ خط لا سکتی ہو؟''

''میں کوشش کروں گی۔''

''میں تمھارا انتظار کروں گا۔ مجھے مایوس مت کرنا۔'' بلاقی پُر اُمید لہجے میں بولا۔

''مجھے تمھاری مدد کر کے خوشی ہوگی۔'' یہ کہہ کر ملازمہ رخصت ہو گئی۔

اگلے دن اس نے ایک خط لا کر دیا۔ وہ قتل کی واردات سے ایک ہفتے پہلے لکھا گیا تھا۔ بلاقی نے بلند آواز میں پڑھا، لکھا تھا: ''بھائی جان! اُمید ہے کہ آپ اب تک کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہوں گے۔ ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔ ہم دو دن بعد آپ کے پاس آ رہے ہیں۔''

بلاقی نے کچھ سوچتے ہوئے ملازمہ سے کہا: ''ایسا لگتا ہے، ان کے درمیان کوئی معاملہ چل رہا تھا۔ سر ولیم کسی بات سے انکار کر رہے تھے۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ خیر ہم آگے بڑھتے ہیں۔ میں تمھیں واردات کی تفصیل بتاتا ہوں، شاید اس سے ہمیں کچھ مدد ملے۔ جب میں نے پانی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو مجھے احاطے میں کنواں نظر آیا۔ اسی وقت وہاں کسی انسان کی جھلک بھی دکھائی دی تھی، لیکن جب میں اندر گیا تو وہاں کوئی نہیں تھا اور سر ولیم کو خنجر چند لمحوں پہلے ہی مارا گیا تھا۔ اس وقت وہ زندہ تھے۔ میرا خیال ہے قاتل نے بگھی کو آتے دیکھ لیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ کنویں کی دیوار کے پیچھے بیٹھ گیا ہوگا، شاید جھانک کر دیکھ بھی رہا ہو۔ بگھی رُکی تو وہ سمجھ گیا کہ میں اندر آنا چاہتا ہوں۔ اس کے پاس بہت کم وقت تھا۔ میں ڈول اُٹھا کر پھاٹک کی طرف چلا تو کنواں میری نظروں سے اوجھل ہو گیا، لیکن جب میں پھاٹک میں داخل ہوا تو وہ مجھے پھر نظر آنے لگا۔ یہ مشکل سے تیس سیکنڈ کا وقفہ ہوگا۔ اتنی دیر میں کوئی کنویں سے بھاگ کر حویلی میں نہیں جا سکتا تھا۔ ہاں...... ایسا ناممکن تھا۔''

''تو پھر قاتل کہاں چھپا تھا؟'' ملازمہ نے حیرت سے پوچھا۔

بلاقی دیر تک سوچ میں گُم رہا، پھر چونک کر بولا: ''کنواں! ہمیں اسے نہیں بھولنا چاہیے۔''

''کیا قاتل کنویں میں اُتر گیا تھا؟''

''نہیں، میں نے اس میں جھانکا تھا...... کیا تم مجھے حویلی نقشہ لا کر دے سکتی ہو؟''

''نقشہ؟''

''ہاں ایسے گھروں کا نقشہ ہوتا ہے، شاید ہمیں اس سے مدد ملے۔''

ملازمہ نے کہا: ''ہاں، مجھے وہ جگہ معلوم ہے، جہاں سر ولیم نے پرانی کتابوں کے ساتھ

کچھ کا غذات بھی رکھے ہیں۔ ممکن ہے ان ہی میں حویلی کا نقشہ بھی ہو۔''

دوسرے دن ملازمہ ایک نقشہ لے آئی۔ بلاقی نے اسے کھولا اور بولا: ''حویلی میں بیس کمرے، دو ہال اور ایک لائبریری ہے اور ہاں ایک تہ خانہ بھی ہے۔'' وہ مسکرایا اور بولا: ''جس چیز کی مجھے تلاش تھی، وہ بھی اس میں موجود ہے۔ کیا تہ خانے میں آتش دان بھی ہے؟'' ملازمہ نے سر ہلایا۔

''یہ دیکھو، یہ آتش دان صرف دھوکا دینے کے لیے ہے۔ یہ دراصل ایک سرنگ کا خفیہ دروازہ ہے۔ سرنگ کنویں تک آ رہی ہے، تم یہ لکیر دیکھ رہی ہو؟'' ملازمہ نے سر ہلا دیا۔

''کنویں کی دیوار میں لوہے کی سیڑھی لگی تھی۔ قاتل اس کے ذریعے چند قدم نیچے اُترا۔ دیوار میں لگا خفیہ بٹن دبایا اور راستہ کھول کر سرنگ کے ذریعے گھر میں چلا گیا۔''

''لیکن یہ سرنگ کہاں سے آئی؟'' ملازمہ نے پوچھا۔

''پہلے زمانے میں محلوں اور حویلیوں میں اس طرح کے راستے رکھے جاتے تھے، تاکہ کسی حملے کے وقت گھر سے نکلا جا سکے۔ خیر، اب ہمیں یہ پتا چل گیا کہ قاتل دونوں بھائیوں میں کوئی ایک ہے، کون ہے، یہ معلوم کرنا ہے۔ چلو، میں ان کے ساتھ ایک کھیل کھیلتا ہوں۔'' بلاقی پُرجوش لہجے میں بولا۔

اس نے ایک خط لکھا: ''میں یہ خط عالمِ بالا سے لکھ رہا ہوں۔ اس دن تم سرنگ کے راستے بچ نکلے تھے، لیکن تم جلد ہی گرفتار ہو کر پھانسی پر چڑھنے والے ہو۔ میں بے چینی سے تمھارا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔'' سر ولیم۔

''لو یہ خط جاتے ہوئے ڈاک کے حوالے کر دینا۔ ملازمہ رخصت ہو گئی۔

دو دن بعد وہ بوکھلائی ہوئی وہاں آئی۔ اس نے بتایا کہ انھوں نے راج مستری کو بُلا کر سرنگ کا راستہ بند کرا دیا ہے۔ بلاقی مسکرا کر بولا: ''مجھے اُمید تھی کہ وہ کوئی غلطی کریں گے۔ ٹھیک ہے تم جاؤ، گھنٹہ گھر کے قریب میرا دوست راجر بیٹھا ہوگا، اسے میرے پاس بھیج دینا۔''

کچھ دیر بعد راجر وہاں آ گیا۔ بلاقی نے اسے کچھ کام بتائے۔ وہ واپس لوٹ گیا، تین دن بعد مقدمے کا فیصلہ سنایا جانا تھا۔ بلاقی ہر وقت سوچ و بچار میں مصروف رہتا۔ اس کا دوست آ کر اسے مختلف خبریں دیتا رہتا تھا۔

آخر فیصلے کا دن آ پہنچا۔ سب عدالت میں حاضر ہوئے۔ بلاقی نے کہا: ''جنابِ عالی! سر ولیم کے قتل کے معاملے پر کچھ نئی باتیں سامنے آئی ہیں۔'' اس نے وہ خط عدالت کو پیش کیا۔

دونوں بھائی گھبرا کر بولے: ''ہم حویلی بیچنا چاہتے تھے، لیکن اس کے لیے اپنے بھائی کو قتل نہیں کر سکتے تھے۔''

بلاقی مسکرایا اور اس نے قاتل کے فرار کا طریقہ بتایا۔

جیک بولا: ''ہاں یہ درست ہے کہ گھر سے کنویں تک ایک سرنگ تھی، لیکن وہ تو بہت عرصے پہلے بند کر دی گئی تھی۔''

بلاقی بولا: ''جناب! میں اس مستری کو بلانا چاہتا ہوں جس نے راستہ بند کیا ہے۔''

ہال سے اُٹھ کر ایک مستری آیا اور اس نے گواہی دی۔ وہ بولا: ''حضور! میری عادت ہے کہ کام ختم کرنے کے بعد کسی نوکیلی چیز سے نرم پلاستر پر اپنا نام اور تاریخ ڈال دیتا ہوں۔ آپ کسی کو بھیج کر تصدیق کرا سکتے ہیں۔ وہاں ایک ہفتے پہلے کی تاریخ لکھی ہے۔''

لوگ زور سے ہنسے۔ دونوں بھائیوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ جیک غصے سے کھڑا ہوا اور بولا: ''یہ ہمارے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔''

بلاقی سنجیدگی سے بولا: ''جنابِ والا! آپ کی میز پر آلہ قتل رکھا ہے، اس کے نیلے دستے پر نقش و نگار بنے ہیں۔''

جج نے سر ہلایا۔ پھر بلاقی نے ایک تصویر جج صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ وہ اسے دیکھ کر چونکے اور اس کا رُخ جیک کی طرف کر دیا۔ تصویر میں وہ اسی خنجر سے سیب کاٹ کر کھا رہا

تھا۔ تصویر قریب سے کھینچی ہوئی تھی او بہت واضح تھی۔ جیک کا سر جھک گیا۔ آخر اس نے قبول کر لیا:
''سر ولیم گھر بیچنے پر راضی نہیں تھے، اس لیے میں نے غصے میں انھیں اپنے خنجر سے قتل کر دیا۔ پھر جب بلاقی کو لاش کے قریب آتے دیکھا تو اسے پھنسانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی جیب میں گھڑی بھی میں نے ہی ڈالی تھی۔'' دونوں بھائیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

جج صاحب نے میاں بلاقی کو باعزت بَری کرنے کا اعلان کیا۔ وہ بولے: ''بلاقی! یہ باتیں جیل کے اندر رہتے ہوئے تم نے کیسے معلوم کیں؟''

وہ بولا: ''جناب! یہ میرے دوست راجا اور ایک مہربان عورت کی کوششوں سے ہوا اور ہاں میں نے اپنا ذہن بھی لڑایا تھا۔''

اسی دوران عدالت کے باہر شور کی آواز سنائی دی۔ جج صاحب چونک کر بولے: ''یہ شور کیسا ہے؟''

پولیس افسر نے بتایا کہ بلاقی کے دوست ہیں۔ یہ سب اندر آنا چاہتے تھے، لیکن انھیں اجازت نہیں ملی تھی، شاید انھیں پتا چل گیا ہے کہ بلاقی کو بَری کر دیا گیا ہے۔ جج صاحب مسکرائے اور عدالتی کارروائی ختم کرنے کا اعلان کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ سب لوگ بھی عدالت سے باہر نکل گئے تھے۔

کمرے میں پہنچ کر جج صاحب نے کھڑکی سے جھانکا۔ باہر لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا۔ وہ خوشی سے ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان میں مزدور، لوہار اور کوچوان کے علاوہ اخبار کے نمائندے، وکیل اور پڑھے لکھے لوگ بھی شامل ہیں۔ وہ سب خوش تھے اور ایک دوسرے کو مٹھائی کھلا رہے تھے۔ پھر ایک بوڑھے نے میاں بلاقی کو کندھوں پر اُٹھانا چاہا۔ بلاقی نے گھبرا کر ہاتھ جوڑے اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ سب اس کے پیچھے بھاگے۔ جج صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

☆

میرے بچپن کے دن

احمد عدنان طارق

میں اور میرے کھلونوں کی دنیا
پریوں کی دنیا ، بونوں کی دنیا
ٹمٹماتے جگنو ، اُڑتی پھرتی تتلی
بس ، میرے لیے تھی دونوں کی دنیا

رنگوں والی کشتی ، بارش کا پانی
میرے اچھے ماموں ، میری اچھی نانی
کتابوں کا بستہ ، درختوں پر چڑھنا
کھٹا میٹھا آڑو اور میٹھی خوبانی

بچوں کے ناول ، کمبل میں پڑھنا
دوڑتے ہوئے ہی سیڑھیوں پر چڑھنا
نہر میں نہانا ، کیریوں کا چننا
اپنی پہلی سائیکل لے کر آگے بڑھنا

میرا بھولا بچپن ، میری پیاری یادیں
کوئی قیمت لے لیں ، ان کو واپس لادیں
لیکن کھویا بچپن نہ مل سکے اگر ، تو
بچپن کی یہ کہانی بچو! تمھیں سنادیں

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

شکر

مرسلہ : اعتزاز ظفر عباسی، ناظم آباد

رات کے اندھیرے میں بغداد کی گلیوں سے گزرتے ہوئے کسی بزرگ نے ایک فقیر کو بیٹھے ہوئے پایا۔

بزرگ: ''ہاں بھئی سناؤ کیسے گزر رہی ہے؟''

فقیر: ''ملتا ہے تو شکر کرتے ہیں، نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔''

بزرگ: ''ایسا تو بغداد کے کتے بھی کرتے ہیں۔''

فقیر: ''اگر میں کتوں جیسا ہوں تو بھلا آپ بتایئے آپ کیسا کرتے ہیں؟''

بزرگ: ''ملتا ہے تو خیرات کر دیتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں۔''

عقل مند بچہ

مرسلہ : عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

ایک مرتبہ حجاز کے گورنر کو راستے میں ایک بچہ ملا۔ گورنر نے بچے سے پوچھا: ''اے بچے! کیا تجھے قرات آتی ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''ہاں۔''

گورنر نے کہا: ''اچھا، مجھے بھی کچھ سنا دے۔''

بچے نے پڑھنا شروع کیا۔

قرات سن کر گورنر بہت خوش ہوا۔ اس نے بچے کو ایک دینار دینا چاہا، تو بچے نے لینے سے انکار کر دیا۔ گورنر نے اس کی وجہ پوچھی تو بچہ کہنے لگا: ''مجھے خوف ہے میرے ابو مجھے ماریں گے۔''

گورنر نے کہا: ''اپنے والد سے کہنا مجھے یہ دینار گورنر نے دیا ہے۔''

بچے نے کہا: ''میرے ابو میری بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔''

گورنر نے پھر حیران ہوتے ہوئے پوچھا: ''وہ کیوں؟''

بچے کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا: ''کیوں کہ ایک دینار گورنر کا انعام نہیں ہوسکتا۔''

گورنر یہ سن کر ہنسنے لگا اور پھر اس نے بچے کو سو دینار انعام میں دینے کا حکم دیا۔

حیرانی

مرسلہ: محمد معوذ الحسن، ڈیرہ اسماعیل خان

ایک دن اکبر بادشاہ نے ملا دوپیازہ سے پوچھا: ''ملا جی! ملک میں سب سے زیادہ تعداد کن لوگوں کی ہے؟''

ملا جی نے برجستہ جواب دیا: ''سب سے زیادہ تعداد اندھوں کی ہے۔''

بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ کہا: ''آنکھیں تو اکثر لوگوں کی ہیں، پھر یہ اندھے کیسے ہیں۔''

اکبر نے پھر پوچھا: ''ان کے بعد کن لوگوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے؟''

ملا جی نے کہا: ''حکیموں کی۔''

بادشاہ اس جواب پر اور بھی زیادہ چکرا گیا اور ملا جی سے ان دونوں باتوں کا ثبوت مانگا۔

ملا جی نے بادشاہ سے کہا: ''آپ جھروکے میں بیٹھ جایئے۔ میں آپ کو اندھوں کی تعداد بتا دیتا ہوں۔''

بادشاہ سلامت جھروکے میں بیٹھ گئے۔ ملا جی نیچے گئے اور بازار میں بیٹھ کر چارپائی بُننے لگے۔ اب جو بھی اِدھر سے گزرتا۔ وہ ملا جی سے پوچھتا، ملا جی! آپ کیا کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ چارپائی بُنی جا رہی ہے۔ اس طرح جو بھی گزرتا پوچھتا کیا کر رہے ہو۔ ملا جی نے بادشاہ سے کہا کہ ان سب کا نام اندھوں میں شمار کرلیں۔

دوسرے دن ملا جی چارپائی ڈال کر لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے، اب جو آدمی اِدھر آتا، ملا جی کا حال پوچھتا۔ وہ بیماری بتاتے۔ لوگ ان کی عیادت کرتے اور جو بھی آتا ایک آدھ نسخہ بھی پیش کر دیتا۔ شام تک ہزاروں آدمیوں کے نام حکیموں میں لکھے گئے۔

ملا دوپیازہ کا تجربہ آج تک بڑی کامیابی سے چل رہا ہے۔ نہ اندھے کم ہوتے ہیں اور نہ حکیموں میں کمی آتی ہے۔

معلوماتِ سائنس

مرسلہ : محمد ارسلان صدیقی، کراچی

☆ انسان کی اُنگلی کا ناخن ایک سال میں ڈھائی انچ بڑھتا ہے۔

☆ خون ایک گردے میں سے ۲۴ گھنٹے کے دوران ۴۰۰ بار گزرتا ہے۔

☆ بالغ انسان کے جسم میں ۲۰۶ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

☆ جھینگر اپنے گھٹنے پر موجود باریک مسامات کے ذریعے سنتا ہے۔

☆ تن درست انسان کا درجۂ حرارت ۹۸.۶ فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔

☆ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔

کبوتر اور چوہا

مرسلہ : پرویز حسین، کراچی

کسی شہر میں ایک گھر کی دیوار میں کبوتر کا گھونسلا تھا اور وہیں ایک درخت کی جڑ میں چوہا رہتا تھا۔ دونوں ہر وقت اپنے کاموں میں اتنے مصروف رہتے کہ ایک دوسرے سے ملنے تک کا وقت نہیں ملتا۔ ایک مرتبہ شام کو جب کبوتر دانہ دُنکا چگ کر اپنے گھونسلے میں آیا تو چوہا سلام کر کے بولا: ”کبوتر بھائی! کبھی ہمارے پاس بھی آ جایا کرو۔ پڑوس میں رہتے ہو اور سلام دعا تک نہیں کرتے، اتنی بیزاری بھی اچھی نہیں ہے۔“

کبوتر نے پَر پھلائے اور گردن اونچی کر کے جواب دیا: ”میرا اور تمھارا کیا جوڑ ہے۔ کہاں میں ہوا میں اُڑنے والا اور کہاں تم زمین میں رہنے والے، میں تم سے کیوں ملوں؟“

یہ جواب سن کر چوہا شرمندہ سا ہو کر رہ گیا۔

ایک دفعہ چوہا ایک کھیت سے گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ کھیت میں ایک جال لگا ہوا ہے اور وہی کبوتر جال میں پھنسا ہوا ہے۔ چوہا پاس گیا تو کبوتر گڑگڑا کر کہنے لگا: ”کسی طرح میری بیوی کو اطلاع دے دو کہ میں یہاں پھنس چکا ہوں۔“

چوہے نے کہا: ”اللہ کی ذات سے نا اُمید نہ ہو، پریشانی کی کوئی بات نہیں۔“ یہ کہہ کر جال کُترنا شروع کر دیا۔ جب سارے پھندے کٹ گئے تو چوہے نے دیکھا سامنے

جال کا مالک کھیت کی طرف چلا آ رہا ہے۔ چوہا فوراً دوڑ کر کھیت میں گھس گیا اور کبوتر جال سے نکل کر پھر سے اُڑ گیا۔ کبوتر نے سوچا، پڑوسی کوئی بھی ہو مصیبت کے وقت کام آ ہی جاتا ہے۔

اعتماد

مرسلہ : روبینہ ناز، کراچی

چھتری بارش کو نہیں روک سکتی، لیکن اس کی وجہ سے ہم بارش میں بغیر بھیگے بڑے سکون سے کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح اعتماد ہمیں وہ قوت دیتا ہے، جس کے ذریعے ہم مشکلات کا سامنا کر پاتے ہیں۔

چند پند، سودمند

مرسلہ : آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو

☆ چمکتا ہوا دن ہی نہیں کالی رات بھی حسین ہوتی ہے۔ تم دیکھتے نہیں رات کے کالے آنچل پر تارے کتنے پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ (برنارڈ شا)

☆ تم جہاں سے چاہو زمین کھود لو، خزانہ تمھیں ضرور ملے گا۔ شرط صرف یہ ہے کہ زمین ہمیشہ کام یابی کے، یقین کے ساتھ کھودو۔ (خلیل جبران)

☆ جو غم ماضی بن چکا ہے۔ اس پر غمگین ہونے کا مطلب ہے کہ ہم ایک نئے غم کو دعوت دے رہے ہیں۔ (شیکسپیئر)

☆ دوسروں کو اکثر معاف کر دیا کرو، مگر اپنے آپ کو کبھی نہیں۔ (سائرس اعظم)

☆ ایک مخلص اور دانا دوست تلاش کرو، ایسا دوست ایک پھل دار درخت کی مانند ہے، جس کے نیچے بیٹھو گے تو سایہ ملے گا اور پر چڑھو گے تو پھل ملیں گے۔ (ارسطو)

معلومات

مرسلہ : ایم اختر اعوان، بلدیہ ٹاؤن

☆ مشہور سائنس داں ایڈیسن اور امریکا کے سابق صدر آئزن ہاور دونوں اخبار فروش تھے۔

☆ ''ارجن ٹیریا'' یونان کا ایک ایسا جزیرہ ہے، جہاں لوگ صابن کے بجائے مٹی سے نہاتے ہیں۔

☆

نونہال خبر نامہ

سلیم فرخی

سستی بجلی کا پاکستانی آلہ

کوئٹہ کا سترہ سالہ شاہ زیب حسن گیارہویں جماعت کا طالب علم ہے۔ شاہ زیب نے سستی بجلی پیدا کرنے کا حیرت انگیز آلہ ایجاد کیا ہے۔ شاہ زیب نے غیر دھاتی شے سے بجلی پیدا کر کے سب کو حیران کر دیا ہے۔ یہی نہیں شاہ زیب نے 44 ایل ای ڈی (LED) لائٹس کو صرف ڈیڑھ واٹ بجلی کی طاقت سے چلانے کا بھی کمال کر دکھایا، جب کہ ایک ایل ای ڈی کو روشن کرنے کے لیے تین واٹ بجلی درکار ہوتی ہے۔ شاہ زیب کی اس شان دار ایجاد کو دیکھتے ہوئے اسے امریکا میں انٹرنیشنل اسٹیل سائنس انجینیئرنگ فیئر میں پاکستان کی نمائندگی کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس نوجوان سائنس داں کا کہنا ہے کہ اس کی اس ایجاد سے سستی بجلی پیدا کر کے ملک میں جاری توانائی کے بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

موبائل فون پر میسجز کا جنون

سات سال تک کے بچوں میں موبائل سے میسج وغیرہ کرنے کا جنون ان کی گردن اور ریڑھ کی ہڈیوں پر اثر انداز ہو کر انھیں کبھڑا بنا رہا ہے اور ان کے مہرے ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ آسٹریلیا کے ڈاکٹر جیمز کارٹر کے مطابق یہ نئی اور پریشان کن صورتِ حال موبائل ٹیکنالوجی کے بہت زیادہ استعمال کی وجہ سے سامنے آئی ہے اور اس سے سب سے زیادہ اسکول جانے والے بچے متاثر ہو رہے ہیں۔ کئی بچوں کی کمر اور گردن خم دار ہو چکی ہے، کیوں کہ وہ دن میں کئی گھنٹے تک گردن جھکا کر ایس ایم ایس کرتے رہے تھے۔ میسج کرنے کی لت میں مبتلا کئی نو عمر بچے اور نوجوان، ڈاکٹروں کے پاس کمر، گردن اور سر درد کی شکایت لے کر پہنچتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ گردن کو غیر ضروری طور پر جھکانے اور موڑنے کی وجہ سے گردن کی ہڈیاں اپنی جگہ سے چار سینٹی میٹر تک کھسک سکتی ہیں۔ یاد رکھیے، اسمارٹ فون کے مسلسل استعمال سے آپ کی گردن کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔

سیارہ مریخ پر پانی

ناسا کے سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ مریخ ایک خشک اور بنجر سیارہ نہیں جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مریخ پر پانی کی موجودگی کے ثبوت ملے ہیں۔ ناسا کا کہنا ہے کہ سائنس دانوں کے پاس پہلے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ مریخ کی سطح پر نظر آنے والی پتلی لکیریں کیا ہیں، جو موسم بہار میں بنتی ہیں، گرمیوں میں نمایاں اور سردیوں میں غائب ہو جاتی ہیں۔ اب سائنس داں اپنے تجربات کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ دراصل پانی ہے۔ ☆

طالب علموں کے لیے خوش خبری

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے شہید حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ کی پالیسی میں بڑی تبدیلی کردی ہے۔ یہ اسکالرشپ سنہ ۲۰۱۶ء تک کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ بورڈز آف ایجوکیشن سے میٹرک پاس اور انٹر پاس طلبا و طالبات کو دی جاتی تھی۔

☆ اب شہید حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ کے لیے پاکستان کے کسی بھی گورنمنٹ ایجوکیشن بورڈ سے میٹرک پاس اور انٹر پاس وہ طلبا و طالبات بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

☆ جنھوں نے سنہ ۲۰۱۶ء میں میٹرک کا امتحان ۸۰ فی صد سے زیادہ نمبر لے کر پاس کیا ہے اور کسی کالج میں فرسٹ ایر میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا جنھوں نے سنہ ۲۰۱۶ء میں انٹر کا امتحان ۷۵ فی صد سے زیادہ نمبر حاصل کر کے پاس کیا ہے اور کسی کالج یا یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

☆ شہید حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ MERIT CUM NEED کی بنیاد پر منظور کی جاتی ہے۔

☆ اسکالرشپ کے لیے منتخب میٹرک پاس طلبا کو فی کس ۲۵۰۰۰ ہزار روپے نقد اور انٹر پاس طلبا کو فی کس ۵۰۰۰۰ ہزار روپے نقد دیے جائیں گے۔

☆ اسکالرشپ کے لیے درخواست فارم حاصل کرنے کا طریقہ

اسکالرشپ کے لیے سادے کاغذ پر درخواست بھیجیں، جس میں مندرجہ ذیل کوائف تحریر کریں:

☆ ۲۰۱۶ء میں میٹرک/انٹر کے امتحان میں حاصل کیے گئے نمبر اور % (مارکس شیٹ منسلک کریں)۔

☆ والد/سرپرست کی ماہانہ آمدنی و افرادِ خانہ کی تعداد تحریر کریں۔

☆ ماہ نامہ ہمدرد نونہال کوپن برائے شہید حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ پُر کر کے درخواست کے ساتھ منسلک کریں۔ درخواست وصول ہونے کے بعد درخواست گزار کو اسکالرشپ فارم ارسال کیا جائے گا۔

درخواست مندرجہ ذیل پتے پر ۱۵ فروری تک ارسال کریں۔

ڈپٹی ڈائریکٹر ایچ آر اینڈ ایڈمن
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان
ناظم آباد نمبر ۳، کراچی
فون نمبر : 0213-6616001

اسکالرشپ کے لیے درخواست کے ساتھ اس کوپن کا منسلک ہونا ضروری ہے۔

....

ماہ نامہ ہمدرد نونہال کوپن برائے شہید حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ

نام : ....

پتا : ....

کالج / یونی ورسٹی : ....

دستخط طالب علم : ....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۵ -فروری ۲۰۱۷ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن ایک ہی طالب علم کے لیے ہے۔ کوپن کو کاٹ کر سادہ کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

بیت بازی

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے؟

شاعر: علامہ اقبال پسند: عائشہ صدیقہ، کراچی

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ!
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مراد آبادی پسند: محمد اویس رضا عطاری، کراچی

جس زباں میں بے کسوں کی بات ہو
اس زباں میں گفتگو کرتے چلیں

شاعر: ساغر صدیقی پسند: عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

جس کو طوفان سے اُلجھنے کی ہو عادت محسنؔ
ایسی کشتی کو سمندر بھی دعا دیتا ہے

شاعر: محسن نقوی پسند: راجا ثاقب محمود، پنڈ دادن خان

وقت کی ڈور، خدا جانے کہاں سے ٹوٹے
کس گھڑی سر پہ لٹکی ہوئی تلوار گرے

شاعر: شکیب جلالی پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

اتفاق اپنی جگہ، خوش قسمتی اپنی جگہ
خود بناتا ہے جہاں میں آدمی اپنی جگہ

شاعر: انور شعور پسند: محمد عثمان غنی، فروکہ

ہر ایک ہاتھ میں ہتھیار ہوں جہاں عارفؔ
مجھے قلم سے وہاں انقلاب لانا ہے

شاعر: عارف شفیق پسند: خدیجہ صمد، دستگیر

وقت اتنا نہیں ہمارے پاس
جتنی تاخیر ہے اجازت میں

شاعر: ظفر اقبال پسند: محمد منیر نواز، ناظم آباد

ہم نے روشن کیے ہر دل میں چراغِ اُلفت
ہم سے نفرت کا اندھیرا دیکھا نہیں جاتا

شاعر: عبدالجبار اثر پسند: فرحین، اسلام آباد

ہو پھر نصیب یا رب! ہم کو عروجِ سابق
چھا جائے کُل جہاں پر قومی نشاں ہمارا

شاعر: خواجہ عزیز الحسن مجذوب پسند: محمد ارسلان صدیقی، کراچی

سبب ہر ایک مجھ سے پوچھتا ہے میرے رونے کا
الٰہی! ساری دنیا کو میں کیسے راز داں کرلوں

شاعر: تاجور نجیب آبادی پسند: محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

نظامِ امن ہے ہر سمت کارفرما اگر
تو ہر درخت سے لپٹے ہیں اژدہے کیسے؟

شاعر: یعقوب تصور پسند: خرم خان، نارتھ کراچی

یاورؔ! یہ کم نہیں ہے کہ اتنی گزار کر
اتنا تو جانتے ہو کہ کچھ جانتے نہیں

شاعر: ڈاکٹر یاور عباس پسند: علی سرور، کراچی

جس پیڑ کی چھاؤں میں گزارے ہوں کئی سال
اس پیڑ کو کاٹوں، مجھے اچھا نہیں لگتا

شاعرہ: عمارہ شفیق پسند: عائشہ جنجوعہ، پنڈ دادن خان

انسانی جان کی قیمت

لندن کے ہوائی میدان کا نام ''ہیتھرو'' ہے۔ دنیا کے بڑے ہوائی میدانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ہزار ہا انسان رات دن یہاں ہوتے ہیں۔ کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے۔

افوہ! لندن کے ہیتھرو پر کیسی سخت دیکھ بھال ہے۔ حفاظتی انتظامات کس قدر سخت ہیں! سب سے پہلے معلوم ہے کیا ہوا؟ ذرا دیکھو۔ میں مرحلے وار لکھتا ہوں!

سب سے پہلے ایک خاتون نے سوال کیے: ''یہ تمام سامان آپ کا ہے؟ کیا یہ سامان خود آپ نے بند کیا ہے؟ کیا کسی نے آپ کو کوئی پیکٹ دیا ہے کہ لے جانا؟ آپ لندن کب آئے تھے؟ کہاں ٹھیرے تھے؟ نیویارک سے کہاں جائیں گے؟ اچھا واشنگٹن میں کس کے ہاں ٹھیریں گے؟ وہ آپ کے کون ہیں؟ پھر آپ کہاں جائیں گے؟ ٹورنٹو میں آپ کہاں ٹھیریں گے؟

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

وہ آپ کے کون ہیں؟''

ان سوال وجواب سے فارغ ہو کر آگے بڑھا۔ ایک چیکنگ مشین سے سامان گزارا۔ اس مشین نے یہ دیکھا کہ کوئی خطرناک سامان (توپ، بندوق) تو نہیں۔ ایک افسر نے سامان چیک کیا۔ وہاں لمبی قطار تھی۔ امریکی برطانوی وغیرہ سب ہی کا سامان کھلوایا جا رہا تھا۔ میری باری آئی۔ میرا ایک سوٹ کیس کھلوایا۔ دیکھا تو اس میں کتابیں ہی کتابیں نکلیں اور چند اچکنیں (شیروانی سے ملتا جلتا لباس)۔ بس اطمینان ہو گیا۔ باقی دو سوٹ کیس نہیں کھولے گئے۔

ٹکٹ کاؤنٹر پر آیا۔ لمبی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ باری آئی، ٹکٹ کٹوادیا۔ سب کام کمپیوٹر پر ہو رہے ہیں۔ خاتون نے پوچھا سموکنگ یا نان سموکنگ؟ (سگرٹ پینے کا علاقہ یا نہ پینے والوں کی جگہ) میں نے کہا کہ میں پرسوں ٹیلے فون پر ہدایات دے چکا ہوں۔ خاتون نے کمپیوٹر پر چیک کیا۔ وہاں ہدایات تھیں۔ کام ختم ہو گیا۔

ڈپارچر لاؤنج (جہاں سے جہاز پر سوار ہوتے ہیں) آیا۔ یہاں ٹیلے وژن پر دیکھا میرا جہاز گیٹ نمبر ۲۱ پر ہے۔ ایک لمبی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ یہاں پاسپورٹ دیکھا گیا اور بورڈنگ کارڈ (سوار ہونے کا ٹکٹ) چیک ہوا۔ اندر داخل ہو گیا۔

جہاز میں سوار ہونے کا اعلان ہوا۔ میں جہاز کے دروازے پر گیا۔ یہاں میرا بریف کیس پھر کھولا گیا اور پھر مشین سے میرے جسم کا جائزہ لیا گیا کہ کوئی ہتھیار تو چھپا ہوا نہیں رہ گیا۔ اس کے بعد میں جہاز میں سوار ہوا۔

نونہالو! تم نے دیکھا کہ انسانی جانوں کی کیا قیمت ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے کیسے کیسے انتظامات ہیں! سب مسافروں کو ان تمام انتظامات سے گزرنا ہوتا ہے۔ میں دس بجے ہوائی میدان پر آ گیا تھا۔ پورے دو گھنٹے حفاظت کے لیے دیکھ بھال میں لگے۔

(حکیم محمد سعید کے سفر نامے '' بحرِ اوقیانوس کے پار'' سے لیا گیا)

پانی اور ہم

انسانی جسم کے مجموعی وزن میں دو تہائی حصہ پانی کا وزن شامل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کا وزن ساٹھ کلو ہے تو اس میں چالیس کلو پانی موجود ہوگا۔ انسانی دماغ میں ۹۵ فی صد پانی ہوتا ہے۔ خون میں ۸۲ فی صد پانی شامل ہوتا ہے۔ پھیپڑوں میں ۹۰ فی صد پانی ہوتا ہے۔ اگر آپ کے جسم میں ایک فی صد پانی کم ہو جائے تو آپ کو پیاس لگنے لگتی ہے۔ اگر دو فی صد بھی پانی کم ہو جائے تو ہماری یادداشت پر اثر پڑتا ہے اور خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ سوال حل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ بینائی متاثر ہوتی ہے، اس لیے باریک چھپی ہوئی عبارت اور حروف آنکھوں میں جھلملانے لگتے ہیں۔ اس حالت میں دو گلاس پانی پی لینا چاہیے۔

پیاس بجھانے کے لیے پانی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ پانی ہمارے جسم کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی کار وغیرہ کے لیے پیٹرول اہم ہوتا ہے۔ ہمارے جسم کے سارے خلیات کو حرکت کرنے کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پانی انھیں توانائی فراہم کرتا ہے۔ نظامِ ہضم میں مدد دیتا ہے۔ گردوں کو صحت مند رکھتا ہے۔ اگر ہم مناسب مقدار میں پانی نہیں پییں گے تو ہمارے اندرونی اعضا خشک ہو جائیں گے۔ پانی جسم کے درجۂ حرارت کو بڑھنے نہیں دیتا۔ مناسب مقدار میں پانی پینے سے جلد بھی ملائم اور شگفتہ رہتی ہے۔

پانی ہمارے لیے اس قدر ضروری ہے کہ ہم کھائے بغیر تو تین ہفتے گزار سکتے ہیں، لیکن پانی کے بغیر محض چند روز ہی زندہ رہ سکیں گے۔ ☆

گمشدہ راستہ

خلیل جبار
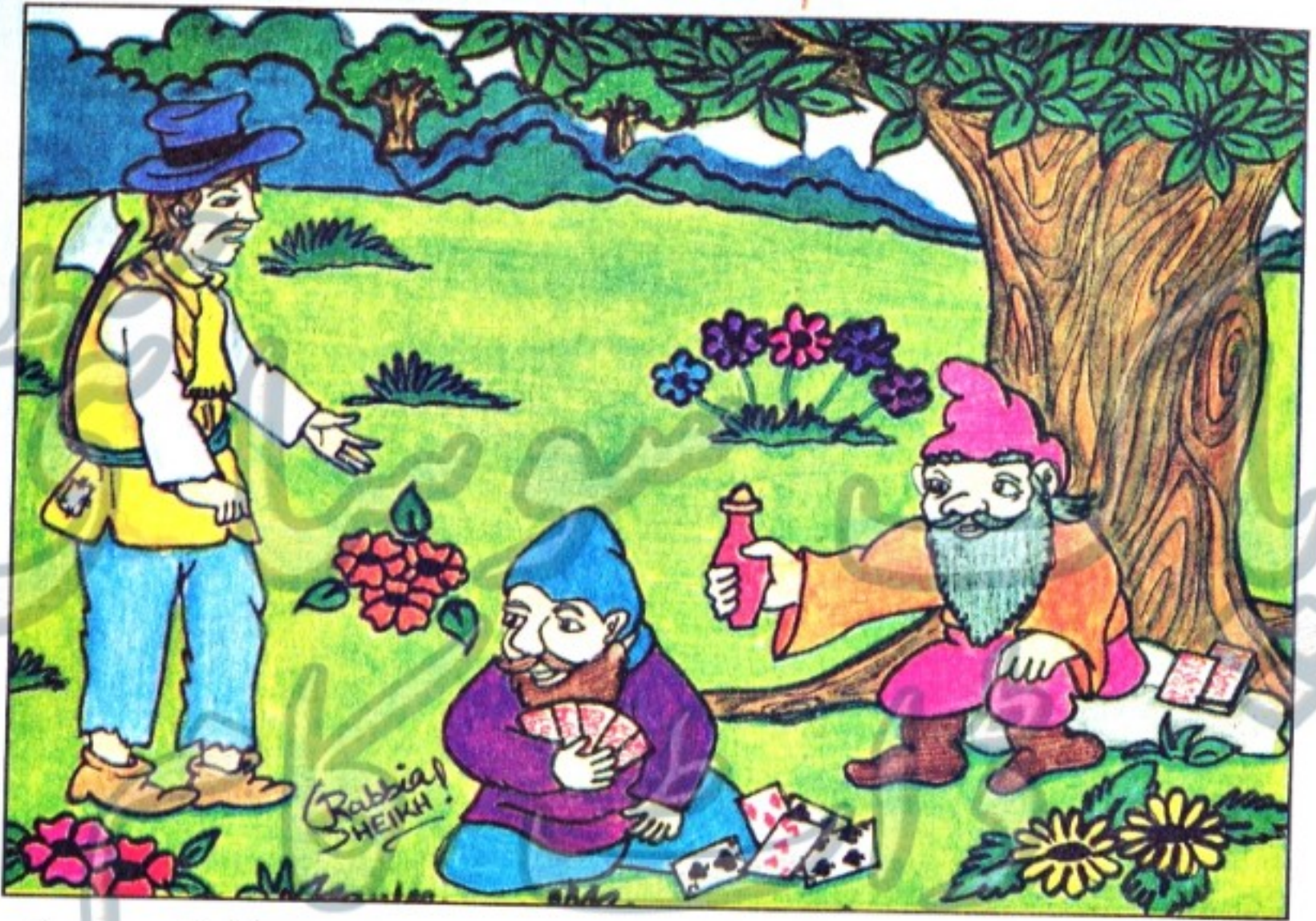
حامد لکڑہارا سوکھی لکڑیوں کی تلاش میں دور تک چلا گیا تھا۔ آج سوکھی لکڑیاں تلاش کرنے میں اسے پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سوکھی لکڑیاں جنگل سے غائب ہو گئی ہیں۔ سردی کے دن تھے۔ اسے بیچنے اور گھر کے استعمال کے لیے سوکھی لکڑیوں کی تلاش تھی۔ سردیوں میں گھر کو گرم رکھنے کے لیے وہ لکڑیاں جلایا کرتے تھے۔

سوکھی لکڑیوں کی تلاش میں وہ ایک ایسی وادی میں جا نکلا، جو نہایت سرسبز و شاداب تھی۔ ہر طرف رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ درختوں پر پرندے چہک رہے تھے۔

وادی میں ایسے پرندے اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ حامد کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔ حامد کو اس وادی کی سیر کرنے کا خیال آیا اور آگے بڑھتا گیا۔ آج اسے اپنے آپ پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ وہ اتنے عرصے سے جنگل میں سوکھی لکڑیاں جمع کر رہا ہے اور اس نے اس وادی کی سیر نہیں کی۔ ابھی وہ پوری وادی گھوم بھی نہیں پایا تھا کہ اس نے چند چھوٹے قد کے انسانوں کو دیکھا۔ وہ تاش کھیل رہے تھے۔ اسے شدید پیاس بھی لگ رہی تھی۔ ان چھوٹے قد کے لوگوں کو دیکھ کر وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حامد کو اپنے اتنا قریب دیکھ کر ایک لمحے کو چونکے، پھر مسکرا دیے۔

حامد نے کہا: ''میں بہت تھک گیا ہوں اور پیاس بھی بہت لگ رہی ہے، کیا مجھے پینے کو پانی مل جائے گا؟''

''ہم تمھیں ایسا شربت پلائیں گے، جس سے تمھاری تھکن اور پیاس دونوں مٹ جائیں گی۔'' ایک آدمی بولا۔

''تم لوگوں کے قد اتنے چھوٹے کیوں ہیں؟'' حامد نے پوچھا۔

''اس لیے کہ ہم بونے ہیں اور بونے اتنے ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔'' دوسرا آدمی بولا۔

''اچھا! تم بونے ہو، بچپن سے تمھارے بارے میں سنتا آ رہا ہوں، آج دیکھ بھی لیا۔'' وہ بولا۔

''یہ لو شربت۔'' ایک بونے نے بوتل اس کی جانب بڑھائی۔

حامد نے بوتل منھ سے لگائی دو گھونٹ پیتے ہی اس کی پیاس بجھ گئی تھی۔ بوتل اس

نے بونے کو واپس کر دی ۔ بوتل لیتے ہوئے بونے کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی ۔ اس بارے میں حامد ابھی سوچنے نہ پایا تھا کہ اسے گہری نیند آ گئی ۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی ۔ سرد ہوائیں چل رہی تھیں ، مگر اسے ذرا بھی سردی کا احساس نہیں ہو رہا تھا ۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا ۔ سونے سے پہلے شام ہونے والی تھی اور اب صبح ہو چکی تھی ۔ اس کا مطلب تھا وہ رات بھر سوتا رہا تھا ۔ اس کا ہاتھ بے اختیار اپنے چہرے پر گیا ۔ چہرے پر داڑھی بھی بڑھ گئی تھی ۔ چہرے پر داڑھی ہونے کا مطلب تھا کہ وہ ایک رات نہیں ، بلکہ کئی دنوں تک سوتا رہا ہے ۔ حامد نے ان بونوں کو بہت تلاش کیا ، مگر وہ کہیں نہ دکھائی دیے ۔ ایک تالاب نظر آیا تو غسل کی نیت سے تالاب میں اُتر گیا ۔ سردی میں بھی

تالاب کا پانی ٹھنڈا نہیں تھا، بلکہ نیم گرم تھا۔ غسل کرنے سے وہ خود کو تن درست و توانا محسوس کرنے لگا تھا۔ جنگلی پھل کھا کر حامد نے بھوک مٹائی۔ حامد کو اپنے بیوی بچے شدت سے یاد آنے لگے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نہ جانے میں کتنے دن سے اس وادی میں ہوں۔ بیوی، بچے اس کے گھر نہ پہنچنے پر کس قدر فکر مند ہو رہے ہوں گے۔ انھی سوچوں میں وہ وادی سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ صبح سے شام ہونے کو آ گئی، مگر وہ وادی سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ ابھی رات ہونے میں وقت تھا۔ ایسے میں حامد کو ایک بوڑھا آدمی ملا، جو لاٹھی ٹیکتے ہوئے چل رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا: ''بابا جی! اس وادی سے باہر نکلنے کا راستہ کہاں ہے؟''

بوڑھے نے چونک کر اس کی طرف دیکھا: ''تم اس وادی میں کیسے آ گئے؟ کیا تمھاری ان شریر بونوں سے ملاقات ہوئی تھی؟'' بوڑھے نے جواب دینے کے بجائے اس سے سوال کر ڈالے۔

''بابا جی! مجھے یہ تو پتا نہیں کہ وہ بونے شریر تھے یا نہیں، البتہ میری بونوں سے ملاقات ضرور ہوئی ہے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔'' حامد نے کہا۔

''کیا ان بونوں نے تمھیں کسی قسم کا شربت پلایا تھا۔ جس کے پینے سے تمھیں نیند آ گئی ہو؟''

''ہاں مجھے دو گھونٹ شربت پینے سے نیند آ گئی تھی۔''

''یہ تم نے کیا کر دیا۔ تمھیں ان سے شربت لے کر نہیں پینا چاہیے تھا۔'' بوڑھے نے اپنا سر پیٹ لیا۔

''جوانی میں مجھ سے یہی غلطی ہوگئی تھی، اس کی سزا یہ ملی کہ میں بوڑھا ہونے کو آ گیا ہوں، مگر وادی سے نکلنے کا راستہ نہیں ڈھونڈ پا رہا ہوں۔'' بوڑھے نے بتایا۔

''اس شربت میں ایسی کیا بات ہے؟'' حامد نے پوچھا۔

''اس شربت کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے پینے سے انسان کو فوراً گہری نیند آ جاتی ہے۔ جب وہ ایک ماہ تک سوتے رہنے کے بعد بیدار ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں وہ راستہ، جس پر چلتے ہوئے وادی میں داخل ہوا تھا، مٹ جاتا ہے اور بھرپور تلاش کے بعد بھی وادی سے نکل نہیں پاتا۔''

''کیا میں بھی تمھاری طرح وادی سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے ہوئے بوڑھا ہو جاؤں گا؟'' حامد گھبراتے ہوئے بولا۔

''ایک ترکیب پر عمل کرتے ہوئے ہم دونوں اس وادی سے نکل سکتے ہیں۔'' بوڑھا سوچتے ہوئے بولا۔

''وہ کیا؟''

''کسی طرح ان بونوں کو ڈھونڈ کر پکڑ لیا جائے اور درخت سے اُلٹا لٹکا دیا جائے۔ یہ کام میں اکیلے نہیں کر سکتا تھا۔ درخت پر سے اُلٹا لٹکائے جانے پر وہ گھبرا جائیں گے اور وہ ایک ایسی جڑی بوٹی کا پتا بتا دیں گے، جس کو گھس کر پینے سے اس شربت کا اثر ختم ہو جائے گا اور ہم وادی سے نکلنے کا راستہ بھی تلاش کرنے میں کام یاب ہو جائیں گے۔'' بوڑھے آدمی نے بتایا۔

''ٹھیک ہے، ہم دونوں مل کر ان بونوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' حامد نے کہا۔

اب وہ رات میں آرام کرتے اور دن بھر بونوں کو تلاش کرتے رہتے تھے۔ کئی دن کی محنت رنگ لائی اور وہ بونے ایک بار پھر ان کو دکھائی دے گئے۔ وہ دونوں چپکے سے چلتے ہوئے بغیر کوئی آہٹ پیدا کیے ان کی طرف بڑھے اور انھیں پکڑ لیا۔ اپنے پکڑے جانے پر وہ بونے گھبرا گئے اور ان کی منت سماجت کرنے لگے۔ دونوں نے بونوں کی ایک نہ سنی اور بوڑھے آدمی نے فوراً رسی نکال کر ان چاروں بونوں کو باندھ کر درخت سے اُلٹا لٹکا دیا۔

''خدا کے لیے ہمیں چھوڑ دو، ورنہ ہم اس طرح درخت سے لٹکے لٹکے مر جائیں گے۔'' ایک بونے نے کہا۔

''تمھاری شرارت کی سزا ملنی چاہیے۔'' بوڑھے آدمی نے کہا۔

''ہم سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں کہ آیندہ کسی کو وہ شربت نہیں پلائیں گے۔'' دوسرا بونا بولا۔

''ہم تمھیں چھوڑ سکتے ہیں، مگر پہلے ہمیں شربت کا توڑ بتاؤ۔''

''اس شربت کا توڑ بہت آسان ہے۔ ایک جڑی بوٹی ہے، جس کا رنگ جامنی، کالا اور پیلا ہے اسے پیس کر پانی میں ملا کر پی لو، شربت کا اثر جاتا رہے گا۔'' تیسرا بونا بولا۔

''ایک جڑی بوٹی تین رنگ کی۔'' حامد چونکا۔

''ہاں اس جڑی بوٹی کی یہی پہچان ہے وہ تین رنگ کی ہے باقی جو بھی جڑی بوٹی تمھیں اس وادی میں ملے گی وہ ایک رنگ کی ہوگی۔'' چوتھے بونے نے کہا۔

''ٹھیک ہے، ہم پہلے اس جڑی بوٹی کو تلاش کر لیں، پھر تمھیں چھوڑنے کا فیصلہ

کریں گے۔'' حامد نے کہا۔

''اس جڑی بوٹی کو ڈھونڈنے کے لیے تمھیں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، قریب ہی آسانی سے مل جائے گی۔'' پہلا بونا بولا۔

وہ دونوں ابھی زیادہ دور بھی نہیں گئے تھے کہ جڑی بوٹی مل گئی۔ دونوں نے اس جڑی بوٹی کو ایک پتھر پر گھس کر پانی میں ڈال کر پی لیا۔ جڑی بوٹی کے پیتے ہی انھیں وادی سے نکلنے کا راستہ دکھائی دینے لگا۔

''حیرت کی بات ہے میں کئی سالوں سے یہاں سے گزرا ہوں، مگر وادی سے نکلنے کا یہ راستہ مجھے دکھائی نہیں دیا اور جڑی بوٹی گھس کر پیتے ہی خود بخود راستہ دکھائی دے رہا ہے۔'' بوڑھے آدمی نے کہا۔

''ہاں مجھے بھی وہ راستہ دکھائی دے رہا ہے، جس راستے سے میں وادی میں داخل ہوا تھا۔'' حامد نے بتایا۔

''آؤ اب ہم چلتے ہیں۔ ہمارے گھر والے ہمارا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہوں گے۔ وہ ہمیں اچانک اپنے درمیان پا کر بہت خوش ہوں گے۔'' بوڑھے آدمی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

حامد اور بوڑھا آدمی جب بونوں کے پاس سے گزرے تو انھوں نے پکارنا شروع کر دیا: ''خدا کے لیے ہمارے ہاتھ پاؤں کھول کر آزاد کر دو۔''

''تم نے ہمارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے ہم کس طرح معاف کر دیں۔'' بوڑھے آدمی نے کہا۔

''ہم پکا وعدہ کر رہے ہیں۔ اب ایسا نہیں کریں گے۔'' بونے بولے۔

''تم ہمیں چھوڑ دو تو اس کے بدلے ہم تمھیں ایک خزانے کا پتا بتا دیں گے۔ اس خزانے سے تم دونوں زندگی بھر عیش کرتے رہو گے۔'' دوسرے بونے نے کہا۔

''ٹھیک ہے، تم خزانے کا پتا دو، ہم تمھیں آزاد کر دیں گے۔'' بوڑھے آدمی سوچتے ہوئے بولا۔

''وہ سامنے جو درخت ہے، اس کے نیچے خزانہ دفن ہے۔ زمین کھود کر نکال لو۔'' دوسرے بونے نے کہا۔

حامد اور بوڑھے آدمی نے زمین کھودنا شروع کر دی۔ ابھی انھوں نے تھوڑی ہی زمین کھودی تھی کہ ایک صندوق زمین سے نکل آیا جو ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔

وہ خزانہ ان دونوں نے آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیا اور بونوں کو آزاد کر دیا۔ اپنے آزاد ہونے پر وہ خوش خوش وادی میں جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ دونوں بھی خزانہ لے کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ گھر جاتے ہوئے حامد بہت خوش تھا۔ اس خزانے سے اس نے رہنے کے لیے اس نے ایک شان دار گھر اور کاروبار کے لیے بازار میں دکان خرید کر ذاتی کاروبار شروع کر دیا تھا۔ کاروبار کرنے سے اس کے غربت کے دن رخصت ہو کر اچھے دن آ گئے تھے۔ اب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ شاہانہ زندگی گزار رہا تھا۔

بہت دن بعد ایک بار پھر اس نے جنگل پار وادی کی طرف جانے کا فیصلہ کیا، لیکن جنگل کے پار اب کوئی وادی نہیں تھی۔ ☆

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

دو کتابیں

نامور مسلمان طبیب اور مفکر بوعلی ابنِ سینا نے ۹۸۰ء میں بخارا میں آنکھ کھولی۔ انھوں نے ۹۹ کتب لکھیں، جن میں طب کے موضوع پر القانون اور فلسفے پر الشفاء نے بے حد شہرت پائی۔ ان کتابوں کا نہ صرف یورپ کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا، بلکہ یہ یورپ کی درس گاہوں میں کئی سو سال تک پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۰۳۷ء کو ہوا۔

شیخ سعدی شیرازی فارسی کے ایک بڑے شاعر گزرے ہیں۔ ان کا اصل نام شرف الدین تھا۔ ۱۱۸۴ء میں ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ ان کی دو کتابیں، بوستان (نظم) اور گلستان (نثر) بے حد مشہور ہیں۔ یہ دونوں کتابیں عالمی کلاسیکی ادب کا حصہ ہیں۔ یہ کتابیں برصغیر میں بھی ایک عرصے تک مدرسوں اور اسکولوں میں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی کا انتقال ۱۲۹۱ء میں ہوا۔

دو نرسیں

اسلام کی پہلی نرس ہونے کا اعزاز طبیبہ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔ مسجدِ نبویؐ میں ایک خیمہ لگایا گیا تھا، جس میں وہ زخمیوں کا علاج مفت کیا کرتی تھیں۔ ان کا خیمہ اسلام کا پہلا اسپتال مانا جاتا ہے۔ وہ جڑی بوٹیوں سے دوائیاں بنانے، لیپ کرنے اور ہڈیاں جوڑنے کی ماہر تھیں۔ ہندستان کے شہر دہلی کے ہمدرد نگر میں رفیدہ نرسنگ انسٹی ٹیوٹ حکیم عبدالحمید (شہید حکیم محمد سعید کے بڑے بھائی) کے دور میں قائم ہوا تھا۔

جدید نرسنگ کی بانی فلورنس نائٹ انگیل (FLORENCE NIGHTINGALE)

کو کہا جاتا ہے۔ وہ اٹلی کے شہر فلورنس میں ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے ۱۸۵۵ء میں ہونے والی جنگِ کریمیا میں زخمی سپاہیوں کی بہت خدمت کی۔ بعد میں انھوں نے لندن میں نرسنگ ٹریننگ سینٹر قائم کیا۔ ان کا انتقال ۱۹۱۰ء میں ہوا۔

ہندستان کی جنگیں

بھارت کے صوبے ہریانہ کا ایک شہر پانی پت، ماضی میں لڑائیوں کی وجہ سے بڑا مشہور رہا۔ اس میدان میں تین تاریخی جنگیں ہوئیں۔ پہلی جنگ ۱۵۲۶ء میں مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر اور ابراہیم لودھی کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ میں ظہیر الدین بابر کو فتح حاصل ہوئی۔ دوسری جنگ ۱۵۵۶ء میں اکبر بادشاہ کے استاد بیرم خان اور عادل شاہ کے وزیر ہیموں بقال کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ میں بیرم خان فاتح تھا۔ ہیموں بقال زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ تیسری جنگ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے درمیان ہوئی۔ اس میں مرہٹوں کو شکست اور احمد شاہ ابدالی کو فتح حاصل ہوئی۔

بھارت کی ایک مشہور ریاست میسور ہے۔ انگریزوں کے دور میں یہاں چار مشہور جنگیں ہوئیں۔ ان علاقوں پر حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی حکومت رہی۔ میسور کی پہلی جنگ ۱۷۶۵ء میں ہوئی۔ بعد میں حیدر علی اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ ہو گیا۔ ۱۷۷۱ء میں مرہٹوں نے میسور پر حملہ کیا۔ اسی دوران حیدر علی کا انتقال ہو گیا۔ یہ جنگ ان کے بہادر بیٹے ٹیپو سلطان نے جاری رکھی۔ تیسری جنگ ۱۷۹۲ء میں مرہٹوں اور ٹیپو سلطان کے درمیان ہوئی۔ آخری اور چوتھی جنگ ۱۷۹۸ء میں انگریزوں سے ہوئی۔ اس جنگ کا خاتمہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان کی شہادت پر ہوا۔

مزاحیہ کردار

ملا نصر الدین، ایک حقیقی مزاحیہ شخصیت ہے، جس کے قصے آج بھی عوام میں بے حد مقبول ہیں۔ ان کا تعلق ترکی سے تھا۔ ترکی ہی میں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔

ملا دو پیازہ، یہ بھی ایک حقیقی مزاحیہ شخصیت ہے۔ ان کا تعلق سرزمینِ ہند میں مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دربار سے تھا۔

شیخ چلی، اردو کا ایک فرضی احمق کردار ہے، جس کے مزاحیہ قصے بنائے گئے ہیں۔

زیر، زبر، پیش

بَکنا (ب کے اوپر زبر) ہندی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی بکواس کرنا یا بک بک کرنا ہے۔

بِکنا (ب کے نیچے زیر) یہ بھی ہندی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی فروخت ہونا ہے۔ دوسرے لفظوں میں غلام بننا بھی ہے۔

دَرّہ (د کے اوپر زبر) فارسی کا لفظ ہے۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ ہے، جسے گھاٹی یا وادی بھی کہتے ہیں۔

دُرّہ (د کے اوپر پیش) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چمڑے کا چابک، کوڑا یا تازیانہ کے ہیں۔

☆☆☆

بلا عنوان انعامی کہانی

شکیل صدیقی

اتوار کا دن تھا اور صبح کے آٹھ بجے تھے۔ شاہد سیڑھیاں اُتر رہا تھا کہ پاؤں پھسلا اور وہ دھم سے صحن میں گر پڑا۔ اس کے کولہے کی ہڈی تو نہیں ٹوٹی، لیکن بھائی جان نے اسے گرتے دیکھ لیا۔ بس وہ گرجنے برسنے لگے: ''نالائق، کام چور، نِکما۔'' انھوں نے ناگواری سے چیخ کر کہا: ''میں نے تھوڑی دیر پہلے تم سے کہا تھا کہ یہ صابن کی بٹی صحن سے ہٹا دینا، مگر تم نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا۔''

دس منٹ پہلے بھائی جان نے اپنے مُنّے کو نہلایا تھا۔ شاہد شرمندہ تو تھا، لیکن اسے غصہ بھی آ رہا تھا، کیوں کہ بات بہت چھوٹی سی تھی اور اسے ڈانٹ لمبی پڑی۔ پھر یہ کہ گرا تو وہ خود تھا اور چوٹ بھی اسے ہی لگی تھی۔ اس نے صابن فرش سے نہیں ہٹایا تو کیا ہوا؟ بڑا بھائی جان ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہر وقت ڈانٹتے رہیں۔ اس کا غصہ ابھی تک دور نہیں ہوا تھا، کسی نے اسے چمکارا تک نہیں تھا۔ اپنی بیچارگی پر شاہد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے سوچا اس سے تو بہتر تھا کہ وہ مرغی ہوتا۔ دن بھر دانا چگنا، کڑکڑاتے پھرنا اور رات کو ایک انڈا دے دینا۔ گھومنے پھرنے پر کوئی پابندی نہیں۔ ایک محلّے سے دوسرے محلّے اور دوسرے سے تیسرے میں۔ جب تک اور جتنا چاہو کھاؤ پیو، پھر آرام کرو۔ اسکول نہیں جانا پڑتا اور نہ اسکول کا کوئی کام کرنا پڑتا ہے۔ ماسٹر صاحب بھی ہر وقت ڈنڈا لے کر پیچھے نہیں گھومتے۔ ''یا اللہ! مجھے مرغی بنا دیجیے۔'' اس نے رو کر اور گڑگڑا کر دعا مانگی۔

جانے وہ کیسا وقت تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سن لی اور اسے مرغی بنا دیا۔

مرغیاں ابھی دڑبے سے نکالی نہیں گئی تھیں۔ اس کے چھوٹے بھائی زاہد نے جو ایک مرغی کو آنگن میں ٹہلتے دیکھا تو سمجھا کہ انھی کی ہے، اس لیے اس نے مرغی کو اُٹھا کر دڑبے میں ڈال دیا۔ مرغیوں نے جو ایک نئی مرغی کو دیکھا تو اسے چونچیں مارنا شروع کر دیں۔ شاہد رونے چیخنے لگا، لیکن اس کی چیخوں کا کسی پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ سب یہی سمجھے کہ مرغی چیخ رہی ہے۔

امی نے چوکر گیلا کر کے مرغیوں کے دڑبے میں ڈال دیا۔ بڑی مرغیاں آگے چلی گئیں اور انھوں نے کھانا شروع کر دیا۔ شاہد (مرغی) نے جب اپنی چونچ بڑھائی تو دوسری مرغیاں بُرا مان گئیں۔ انھوں نے اس کی گردن پر دو چار چونچیں ماریں۔ شاہد پھر رونے لگا۔ امی نے اسے نہیں چمکارا، اس لیے کہ ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کا بیٹا مرغی بن چکا ہے۔

زاہد ناشتے میں انڈا پراٹھا کھا رہا تھا۔ شاہد کا دل للچا گیا۔ اس کے منھ میں پانی بھر آیا۔ اب کیا ہو سکتا تھا؟ اسے چوکر پر گزارا کرنا پڑا۔ جب بڑی مرغیاں کھا کر ہٹ گئیں تو اس کا نمبر آیا۔

پھر دڑبا کھول کر سب کو باہر ہنکا دیا گیا۔ مرغیاں پنجوں سے زمین کھود کر کیڑے اپنے پوٹے میں اُتارنے لگیں۔ شاہد (مرغی) نے بھی ایسا ہی کیا۔ گلی کے چند شیطان بچے مرغیوں کو دوڑانے لگے تو وہ گھبرا کر کڑکڑانے لگیں۔ وہ قہقہے لگا کر تالیاں بجانے

لگے۔ ایک نے شاہد (مرغی) کے ساتھ بھی یہی کیا۔ شاہد (مرغی) نے دوڑ کر اپنی جان بچائی، پھر چھلانگ لگا کر ایک کھڑکی کی گگر پر بیٹھ گیا۔ اس کا ننھا سا دل بُری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ جیسے سینہ توڑ کر باہر آ جائے گا۔

مرغی بن کر شاہد کو قطعی مزہ نہیں آ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی امی کی گود میں جا کر بیٹھ جائے، لیکن یہ اب ممکن نہیں تھا۔ کیوں کہ مرغیوں کو کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بہر حال وہ دوڑتا ہوا گھر کی طرف گیا۔ اتفاق سے امی اس وقت سبزی والے سے آلو خرید رہی تھیں، وہ ان کے پاؤں کے نیچے سے نکل کر اندر چلا گیا۔ زاہد کمرے سے نکل رہا تھا۔ اس نے شاہد (مرغی) کو پکڑ لیا اور زور سے ہلانے کی بعد بولا: ''امی! اس کے پیٹ میں انڈے ہیں۔''

''معلوم نہیں۔ کل صبح پنجرہ کھول کر دیکھنا۔ ممکن ہے رات کو دے دے۔'' وہ بولیں۔

زاہد کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جو کام رات کو کیا جا سکتا ہے، وہ اس وقت کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ وہ شاہد (مرغی) کو اُٹھا کر پنجرے کے پاس لے گیا اور اسے مضبوطی سے تھام کر جھٹکے دینا شروع کر دیے۔ ''دے انڈا دے، ورنہ تیری خیر نہیں۔''

شاہد (مرغی) کو رونے کے ساتھ غصہ بھی آ رہا تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی اس کے ساتھ یہ سلوک کر رہا تھا۔ اس نے ایک بار زور سے پر پھڑ پھڑائے تو زاہد نے اسے چھوڑ دیا۔ شاہد (مرغی) کھلے ہوئے دروازے سے باہر چلا گیا۔ اس کی امی ابھی تک سبزی خرید رہی تھیں۔ وہ دوسری گلی میں چلا گیا۔ وہاں ایک مرغی پہلے سے خاموش بیٹھی تھی۔

شاہد (مرغی) نے اسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا اور کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ سڑک کے کنارے بنی ہوئی پختہ کیاری میں کچھ ٹھنڈک تھی، وہ اُڑ کر وہاں چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد دوسری مرغی چیخنے چلانے لگی۔ شاہد (مرغی) نے دیکھا تو اسے بہت ڈر لگا اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ایک بلّی نے اس مرغی کی گردن اپنے دانتوں میں دبوچ لی تھی۔ مرغی بُری طرح سے پھڑپھڑا رہی تھی، مگر اس کی گرفت سے نہیں نکل پا رہی تھی۔ اس بلّی کے دانت اس کی گردن میں پیوست ہو گئے تو گردن سے خون بہنے لگا۔ بلّی اسے منھ میں دبائے ہوئے میدان کی طرف بھاگ گئی۔ ایک دو لڑکے ڈنڈے لے کر اس کی طرف بھاگے، لیکن اسے کوئی بچا نہ سکا۔

شاہد (مرغی) کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ اس کیاری سے نکلے۔ وہ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا کہ وہ اسے بلّی بنا دیں۔ بلّی تو بہت طاقت ور ہوتی ہے اور سب اس سے پیار کرتے ہیں۔ کتابوں میں اس کی خوب صورت تصویریں چھپتی ہیں۔ اسے دودھ پلایا جاتا یا گوشت کھلایا جاتا ہے۔ جب وہ میاؤں میاؤں کرتی ہے تو لوگ اس کے سامنے کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز ڈال دیتے ہیں۔ بچے اسے اپنے بستروں پر سلا لیتے ہیں۔ بلّیوں کے تو مزے ہی مزے ہیں۔

عجیب اتفاق ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے واقعی بلّی بنا دیا۔ شاہد (بلّی) اپنے گھر کی ایک کھڑکی پر چڑھ کر سلاخوں کی درمیانی جگہ سے اندر چلا گیا۔ وہ بھائی جان کا کمرا تھا، جو بلّیوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شاہد (بلّی) باورچی خانے میں چلا گیا۔ امی اس وقت وہاں

نہیں تھیں ۔ ایک طرف دودھ رکھا تھا۔ اس نے جا کر پتیلی میں منھ ڈال دیا: ''ارے، ارے کم بخت ماری، یہ بلّی کہاں سے آگئی؟ سارا دودھ برباد کر دیا۔'' وہ غصّے سے کہہ رہی تھیں۔ پھر انھوں نے چپل اُتاری اور شاہد (بلّی) پر کھینچ ماری۔ چپل سے اس کے کان پر چوٹ لگی۔ شاہد (بلّی) نے روتی آواز میں کہا: ''امی! میں آپ کا بیٹا شاہد ہوں۔ مجھے تھوڑا سا دودھ دے دیجیے۔''

امی نے غصے سے کہا: ''چل بھاگ یہاں سے بد بخت۔'' انھوں نے دوسری چپل اُتار کر ہاتھ میں لے لی۔ شاہد (بلّی) کی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ انھیں ایسا لگا کہ بلّی میاؤں میاؤں کر رہی ہے۔ بہر حال شاہد (بلّی) ان کے چپلوں کی مار برداشت نہیں کر سکتا تھا، اس لیے دوڑ کر صحن میں چلا گیا۔ جہاں زاہد، ماسی کے بیٹے کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

شاہد حال آں کہ زاہد سے بڑا تھا، لیکن اس سے بہت پریشان رہتا تھا۔ اس نے زینوں سے چھت پر جانے کی کوشش کی، مگر زاہد نے اسے دیکھ لیا اور بولا: ''ارے! یہ بلّی کہاں سے آگئی؟ کتنی اچھی ہے۔''

وہ اس پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ شاہد (بلّی) کو سکون محسوس ہوا۔ زاہد نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا پھر دُم پر اور اس کے بعد شرارت میں دُم پکڑ کر اُٹھا لیا۔

شاہد (بلّی) کو تکلیف محسوس ہوئی، وہ چیخنے چلّانے لگا۔ زاہد نے اسے صحن کے دائیں طرف اُچھال دیا۔ شاہد (بلّی) کو چوٹیں لگیں، لیکن وہ دوڑ کر زینے کی طرف گیا اور پھر چھت پر پہنچ گیا۔

''اس کم بخت کو گھر سے نکالو۔'' ''اس نے دودھ خراب کر دیا ہے۔'' اس کی امی وہاں آ کر چلانے لگیں۔

زاہد نے کسی بات کی پروا کیے بغیر ایک ڈنڈا اُٹھایا اور چھت پر پہنچ گیا۔ شاہد (بلّی) ڈر گیا۔ اسے معلوم تھا کہ زاہد اس کی ہڈیاں توڑ ڈالے گا، لہٰذا اس نے دوڑ لگا دی اور برابر کے مکان کی چھت پر چلا گیا۔ چھت ٹین کی تھی، اس لیے زاہد اس پر پاؤں رکھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ البتہ اس نے ڈنڈا ضرور پھینک کر مار دیا، جس سے شاہد (بلّی) کا سر زخمی ہو گیا۔

شاہد (بلّی) نے اسے ڈانٹا، مگر اس کے منھ سے سوائے میاؤں میاؤں کے کوئی آواز ہی نہ نکل سکی۔ زاہد ہنستا ہوا نیچے چلا گیا۔ اس کے نزدیک بلّی کو مارنا محض ایک مذاق تھا۔ شاہد (بلّی) کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ چھت سے چھلانگ لگا کر اس مکان کے آنگن میں لگے درخت پر چلا گیا۔ وہ درخت سے نیچے اُترا ہی تھا کہ ایک زبردست غاؤں غاؤں سن کے اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ ایک کُتا تھا جو ذرا فاصلے پر بندھا ہوا تھا۔ شاہد (بلّی) نے ڈر کر سوچا کہ اگر وہ کھلا ہوتا تو اس کی تکا بوٹی کر ڈالتا۔ وہ باورچی خانے کی طرف چل دیا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ ممکن ہے، وہاں کچھ کھانے کو مل جاتا۔ اس نے میاؤں میاؤں کی آواز نہیں نکالی، کہیں کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔

باورچی خانے میں ایک عورت پیڑھی پر بیٹھی کھانا پکا رہی تھی۔ دوسری پیڑھی پر اس کا بیٹا کھانا کھا رہا تھا۔ شاہد (بلّی) دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔ اس لڑکے نے پلیٹ

سے گوشت کی ایک بوٹی نکال کر اس کی طرف اُچھال دی۔ شاہد (بلّی) نے اسے منھ میں ڈال لیا۔ بوٹی حال آں کہ گرم تھی، مگر اس نے حلق سے نیچے اُتار لی۔

''یہ کہاں سے آ گئی چٹوری؟'' اس عورت نے غصّے سے کہا: ''چل بھاگ یہاں سے۔'' پھر لوہے کا چمٹا اسے کھینچ مارا۔ شاہد (بلّی) کے سر میں چوٹ لگی تو باہر کی طرف اندھا دھند بھاگا۔ آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے وہ کُتّے کے قریب پہنچ گیا۔ کتّے نے غاؤں کہہ کر دانت دکھائے تو شاہد (بلّی) گھبرا کر بھاگا۔ مگر کُتّے نے پنجہ مارا تو دُم اس سے دب گئی۔ شاہد (بلّی) چیخنے چلّانے لگا۔ اسے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ لڑکا باورچی خانے سے نکلا اور اس نے کُتّے کے نزدیک آ کر اس کی کمر پر لات ماری تو اس نے شاہد (بلّی) کی دُم چھوڑ دی۔ شاہد (بلی) درخت کی طرف گیا اور اس پر چڑھ کر پھر چھت پر چلا گیا۔ وہاں گہرے گہرے سانس لینے کے بعد اس نے سوچا کہ بلّی بن جانے سے اسے کیا فائدہ ہوا؟ بس گوشت کی ایک بوٹی کھانے کو مل گئی۔ ورنہ ہر جگہ پٹائی ہوئی۔ وہ روتا ہوا اپنی چھت پر چلا گیا اور زینے اُتر کر ایک کونے میں دُبک گیا۔

مولوی صاحب آ چکے تھے اور زاہد ان سے قرآن پاک پڑھ رہا تھا۔ مولوی صاحب اس کا ترجمہ بھی بتا رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو سب سے افضل اور اعلا پیدا کیا ہے اور اسے خوب صورتی عطا کی ہے۔

امّی کی خواب گاہ کی کھڑکی کھلی تھی۔ وہ کمرے میں جا کر کھڑکی سے باہر چلا گیا۔ اس کا دل بھر آیا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس نے خوامخواہ اپنے لیے ایسی خراب دعائیں

مانگ لیں۔ اسے انسان رہنا چاہیے تھا، اشرف المخلوقات۔

شام ہو چکی تھی۔ میدان سے بچے کرکٹ کھیل کر واپس آ رہے تھے۔ شاہد (بلّی) ایک درخت کے پیچھے چلا گیا اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگا۔ اس کی نادانی پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ انسان بنا دیا۔ شاہد اللہ کا شکر ادا کر کے خوشی خوشی اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر بھائی جان نے دروازہ کھولا اور تیوریاں چڑھا کر بولے: ''اب تک کہاں تھے؟''

''میچ کھیل رہا تھا، میدان میں۔'' اس نے جواب دیا۔

امی باورچی خانے سے نکل آئیں: ''ارے! یہ کیا حالت بنالی تم نے؟ کوئی اتنی کرکٹ کھیلتا ہے؟ کھانے پینے کا ہوش نہیں؟ چہرے کی رنگت تک اُڑی ہوئی ہے۔''

امی نے اس کا ہاتھ تھاما اور غسل خانے کی طرف لے گئیں، تاکہ اسے نہلا کر کپڑے بدلوا دیں۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-جنوری ۲۰۱۷ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

تصویر خانہ

فوزیہ لطیف کمبوہ، حیدرآباد

محمد ریان، لاہور

ثمینہ لطیف کمبوہ، حیدرآباد

عفیفہ بانو، کوٹ مبارک

محمد حنظلہ، کوٹ مبارک

حورین فرحان، لیاقت آباد

محمد حمزہ، شاہ فیصل کالونی

عیدان محمد قادری، مظفر آباد

طیبہ اقبال اشرفی، نارتھ کراچی

بشریٰ رانا، مریدکے

اقرا حفیظ الرحمٰن، شاہ فیصل کالونی

امیہ جسکانی، جگہ نامعلوم

طوبیٰ فاروق شیخ، شکارپور

اسماہنت شبیر احمد، حیدرآباد

راحم فرخ خان، لیاقت آباد

''ابو! آپ کے بال کیوں سفید ہو رہے ہیں؟''

''بیٹا! جب بھی تم ایک شرارت کرتے ہو، میرا ایک بال سفید ہو جاتا ہے۔''

''میں سمجھ گیا ابو! کہ دادا جان کے تمام بال کیسے سفید ہوئے تھے۔''

لطیفہ : رخسار اکرم، لیاقت آباد

جن کا بھائی

محمد اقبال شمس

رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ عزیز آلتی پالتی مار کر آنکھیں بند کر کے اونچی اونچی آواز میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ اچانک اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس کے والد غصے میں بھرے کمرے میں داخل ہوئے اور لائٹ جلاتے ہوئے غصے سے بولے: ''نہ تم خود سوتے ہو، نہ دوسروں کو سونے دیتے ہو۔ محلے والے الگ شکایت کرتے ہیں کہ یہ کون ہے جو رات کو اجنبی زبان میں بولتا رہتا ہے۔ آخر عامل بننے کا بھوت تمھارے سر سے کب اُترے گا؟''

''ابا جی! لوگوں کی یہ مجال کہ میرے متعلق باتیں کریں۔ میں ان کے منھ بند کر دوں

گا۔'' عزیر آنکھیں نکالتے ہوئے بولا۔

اس کے ابا بولے: ''بیٹا! دیکھ یہ عامل بننے کے خواب دیکھنا چھوڑو اور سیدھی سادی آسان زندگی گزارو۔''

وہ بولا: ''ابا جی! اب تو منزل میرے سامنے کھڑی ہے۔ بس آخری چلّہ باقی ہے۔ اس میں کام یاب ہونے کے بعد جن میرے قبضے میں آجائے گا اور میں بہت بڑا عامل بن جاؤں گا۔''

☆......☆......☆

آج چلّے کی آخری رات تھی۔ آدھی رات کو قبرستان میں ایک حصار کے اندر عزیر آنکھیں بند کیے، عملیات میں مشغول تھا کہ اچانک کچھ خوف ناک آوازیں اُبھریں۔ ان

آوازوں میں رفتہ رفتہ تیزی آتی گئی۔ جس سے ماحول مزید خوف ناک ہو گیا۔ ان آوازوں سے اس کے بدن میں کچھ جھرجھری سی ہوئی، مگر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ آوازیں کچھ مدہم سی ہونے لگیں تو اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اچانک درجنوں کی تعداد میں خوف ناک شکلیں نمودار ہوئیں۔ اس نے فوراً اپنے خوف پر قابو پایا۔ ان شیطانی طاقتوں کی بھرپور کوششیں تھیں کہ وہ یہ عمل مکمل نہ کر پائے اور ڈر کے بھاگ جائے، مگر عزیر اپنے ارادے کا پکا ثابت ہوا۔ اسے اپنے خوف پر مکمل کنٹرول ہو چکا تھا۔ اس کے عملیات میں تیزی آنے لگی۔ تھوڑی دیر تک یہ جنگ جاری رہی اور پھر جیت آخر عزیر کی ہوئی۔ خوف ناک آوازیں اور شکلیں غائب ہو چکی تھیں۔

اچانک اس نے دیکھا کہ ایک مخلوق ہاتھ باندھے، اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اب وہ مخلوق اس کی غلام تھی۔ یہ دیکھ کر اس کی باچھیں کھل اُٹھیں۔ اس نے اپنے عمل کی وجہ سے دراصل ایک جن کو اپنے بس میں کر لیا تھا۔ اب وہ اس کی مدد سے لوگوں کے اُلٹے سیدھے کام آسانی سے کر سکتا تھا۔

وہ خوشی خوشی اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ جن اس کے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے ہوا میں معلق تیرتا رہا۔ اچانک اسی جن کا ایک ہم شکل وہاں نمودار ہوا۔ وہ اس کا ہم شکل بھائی تھا۔ وہ اپنی تھوڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا: ''او، انسان کے بچے! تُو نے اپنے عمل سے میرے بھائی کو تو قابو میں کر لیا۔ اب دیکھنا میں اپنے بھائی کو تیرے چنگل سے کیسے آزاد کراتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

عزیر نے اپنے گھر کے ایک حصے میں اپنا آستانہ بنا لیا تھا۔ مختلف اخباروں میں اپنا اشتہار دے دیا تھا۔ اب اسے اُمید تھی کہ اس کے آستانے پر لوگوں کا ہجوم اُمڈ آئے گا۔

ایک دن دو بھائی اس کے آستانے میں داخل ہوئے اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ ان میں سے ایک بولا: ''بابا! میرا قد دیکھیں اتنا لمبا ہے کہ اس پر بانس کا گمان ہوتا ہے اور یہ میرا بھائی اتنا دُبلا ہے کہ جیسے کئی دنوں سے فاقوں سے ہو۔''

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' عزیر بولا۔

وہ بولا: ''آپ تو عامل ہیں کچھ اس طرح کریں کہ میرا قد مناسب ہو جائے اور میرا بھائی موٹا ہو جائے۔''

عزیر نے کہا: ''ٹھیک ہے تمھارے مسئلے کا حل ابھی بتاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا اور جن کو حاضر کیا۔ جن کو صرف وہی دیکھ اور سن سکتا تھا۔ حاضر ہونے والا جن اس جن کا ہم شکل بھائی تھا، جسے عزیر نے قابو میں کیا تھا۔ ہم شکل ہونے کی وجہ سے عزیر اسے پہچان نہ سکا اور اسے ان دونوں کا مسئلہ بتا کر اس کو حل کرنے کا عمل پوچھا۔ پھر جو عمل جن نے بتایا، وہ ہی عزیر نے ان دونوں کو بتا کر ایک ہفتے کے بعد آنے کا وقت دے دیا۔ وہ دونوں خوشی خوشی چلے گئے۔

جن نے اپنے بھائی سے پوچھا: ''بھائی! تم نے میری جگہ کیوں لی؟''

وہ بولا: ''دیکھو تم اس شخص کے غلام ہو، وہ جو کہے گا تمھیں ماننا پڑے گا، مگر میں اس کا غلام نہیں ہوں۔ میں نے اسے اُلٹا عمل بتا دیا ہے۔ اب دیکھو اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسکرانے لگا۔

عزیر کے پڑوس میں ایک غریب مزدور رہتا تھا۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا: ''بیٹا! مجھے بھی تم سے ایک کام پڑ گیا ہے۔''

عزیز بولا: ''جی بولیے، آخر پڑوسیوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔''

مزدور نے کہا: ''مہنگائی نے کمر توڑ دی ہے۔ میں امیر بننا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس بہت سے پیسے آ جائیں اور میں دولت مند ہو جاؤں۔''

عزیز بولا: ''ارے بس اتنی سی بات، میں آپ کو ابھی عمل بتاتا ہوں۔''

جن بلانے پر پھر اسی کا ہم شکل بھائی حاضر ہوا اور اسے اُلٹا عمل بتا دیا، جو اس نے پڑوسی مزدور کو بتا دیا۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ وہ دونوں بھائی اس کے آستانے پر آ کر شور مچانے لگے۔ شور کی آواز سن کر اس کے والد جمال صاحب بھی آ گئے۔ شور کی وجہ پوچھی تو وہ بولے: ''دیکھیں جناب! میں نے بابا سے کہا تھا کہ میرا قد بہت لمبا ہے، اسے مناسب اور میرا بھائی بہت دُبلا ہے، اسے موٹا کر دیں، مگر نہ جانے انھوں نے کیسا عمل بتایا کہ میرا قد چھوٹا ہو کر تین فیٹ کا ہو گیا اور میرا بھائی موٹا ہونے کے بجائے بے تحاشا لمبا ہو گیا اور اب تو کمرے میں کھڑا بھی نہیں ہو پاتا۔ ہم تو پہلے والی حالت میں ٹھیک تھے۔''

جمال صاحب بولے: ''جو اللہ کی رضا پر راضی نہیں رہتے ان کا ایسا ہی حشر ہوتا ہے۔''

اسی دوران ایک نقاب پوش بھاگتا ہوا آتا ہے اور اپنے منھ سے کپڑا ہٹا کر بولا:

''ارے بابا! میں نے کہا تھا کہ مجھے امیر بنا دو، تم نے مجھے ڈاکو بنا دیا۔''

جمال صاحب غصے سے بولے: ''ارے! تم نے اس غریب کو ڈاکو بنا دیا......''

عزیز بولا: ''انھوں نے کہا تھا کہ مجھے امیر بنا دو۔ اب یہ ڈاکو بن کر ڈاکا ڈالیں گے، خوب دولت کمائیں گے، جبھی تو یہ امیر بنیں گے۔''

جمال صاحب بولے: ''ہاں بات تو ٹھیک کہی ہے۔''

ڈاکو نے کہا: ''کیا خاک ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہر وقت جان خطرے میں رہتی ہے۔ پولیس سے منھ چھپاتا پھرتا ہوں، میری زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔ اب بھی پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔''

وہ دونوں جنات ایک طرف کھڑے یہ تماشا دیکھ کر خوب ہنسے جا رہے تھے۔

عزیر کا سر ندامت سے جھکا ہوا تھا۔ اسی دوران جمال صاحب نے آنے والے لوگوں سے کہا: ''جو صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستوں پر چلتے ہیں، ان کا حشر ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں تو پہلے ہی ان سب باتوں کا مخالف تھا۔ میں نے عزیر کو بھی سمجھایا تھا کہ ان چکروں میں مت پڑو، مگر اس نے میری ایک نہ سنی۔

اسی دوران پولیس ڈاکو کو ڈھونڈتی ہوئی ان کے گھر داخل ہوگئی، ڈاکو وہاں سے بھاگنے لگا تو اسی مخلوق نے ٹانگ اڑا کر اسے گرا دیا۔ پولیس نے اسے پکڑ لیا۔ جب پولیس کو ساری صورتِ حال کا علم ہوا تو پولیس نے عزیر کو بھی گرفتار کر لیا۔

جن کے بھائی نے عزیر کے پاس آ کر کہا: ''اب تمھیں پتا چلے گا کہ قید کی حالت میں زندگی کیسی گزرتی ہے۔ ہمیں تو تم نے قید کر لیا تھا، اب اس کی سزا بھگتو۔ تمھارے لیے یہ بہتر یہ ہے کہ تم میرے بھائی کو آزاد کر دو، ورنہ میں تمھیں برباد کر دوں گا۔''

عزیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جن کو آزاد کر دیا۔ جن اپنے بھائی کو آزاد کرا لیا، پھر دونوں اپنی دنیا میں واپس جانے کے لیے خوشی خوشی روانہ ہوگئے۔ عزیر انھیں جاتا ہوا حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

محمد اذعان خان، کراچی
ارسلان اللہ خان، حیدرآباد
پرویز حسین، کراچی
غزالہ سلیم، کراچی
اریبہ گل، حیدرآباد
حافظ عابد علی، راولپنڈی
سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

ہمدرد نونہال سے انٹرویو

محمد اذعان خان، کراچی

ایک دن ہم لحاف میں بیٹھے ہمدرد نونہال پڑھ رہے تھے کہ ہمیں خیال آیا کہ کیوں نہ ایک انٹرویو لے کر اپنے اسی محبوب رسالے میں شائع کیا جائے۔ تو بس نونہال تو ہمارے ہاتھ میں تھا ہی ہم نے کاپی اور قلم اُٹھایا اور گلا کھنکار کر بولے:

ہم: ''السلام وعلیکم۔''

نونہال: ''وعلیکم السلام۔''

ہم: ''ہمیں آپ سے ایک انٹرویو لینا ہے۔''

نونہال: ''جی جی، ضرور فرمایئے۔''

ہم: ''آپ کی عمر کتنی ہے؟''

نونہال: ''۶۵ ویں سال میں داخل ہوگیا ہوں۔''

ہم: ''ماشا اللہ، اتنی عمر ہونے کے باوجود بھی آپ پوری طرح جوان نظر آرہے ہیں۔''

نونہال (شرماتے ہوئے): ''جی، بس یہ تو میرے پورے عملے کا کمال ہے۔''

ہم: ''آپ اپنے آپ کو کم زور کب محسوس کرتے ہیں؟''

نونہال (دکھی لہجے میں): ''جب بھی میرا کوئی قلمی ساتھی مجھ سے بچھڑ جاتا ہے تو میں خود کو کم زور محسوس کرنے لگتا ہوں۔''

ہم: ''آپ اپنے آپ کو طاقت ور

کب محسوس کرتے ہیں؟''

نونہال: ''جب کوئی نیا لکھنے والا اچھی اچھی تحریریں لکھ کر میری قوت میں اضافہ کرتا ہے تو میں اپنے آپ کو طاقت ور محسوس کرنے لگتا ہوں۔''

ہم: ''آپ کو کسی سے کوئی شکایت؟''

نونہال: ''جی ہاں، مجھے ان والدین سے شکایت ہے، جو اپنے بچوں کو تعلیم کے بجائے دوسری مصروفیات میں لگا رہے ہیں۔''

ہم: ''آپ نونہالوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟''

نونہال: ''جی ہاں، میں اپنے پیارے نونہالوں کو یہ پیغام دینا چاہوں گا کہ وہ سائنس کے میدان میں آگے بڑھیں، کیوں کہ شہید حکیم محمد سعید کا قول بھی ہے کہ ''سائنس پڑھو، آگے بڑھو۔''

ہم: ''بہت بہت شکریہ آپ نے ہمیں وقت دیا اور ہم تیاری کرنے لگے، تا کہ اپنے محبوب رسالے کا انٹرویو جلد از جلد شائع کرائیں۔

سردی

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

سردی کا پھر موسم آیا، لایا گرم لباس
پہن کے جس کو جھومیں گائیں احمر اور وقاص
شال اوڑھ کر گھر سے نکلو، لگ جائے نہ سردی
منے کو پہنا دو کوئی، موٹے اون کی وردی
گرما گرم سموسے کھاؤ، سوپ پیو روزانہ
ٹھنڈی چیزیں اس موسم میں ہرگز تم نہ کھانا
پیاری بچی گھر سے نکلی، اوڑھ کر نیلا مفلر
دیکھو کیسے مزے مزے سے کھاتی ہے یہ برگر
آؤ چلیں بازار کو، لینے اچھا سا اِک کوٹ
وہاں سے لیتے آئیں گے ہم کشمش اور اخروٹ
پہن کے ٹوپا گھر سے نکلو، ڈھانپ کے اپنے کان
سرد ہواؤں نے کر دی ہے مشکل سب کی جان
بستر پر آ جاؤ سارے پہن کے موٹے موزے
ساتھ میں مل کر کھاتے ہیں ہم پستے اور چلغوزے

عقل مند وزیر

پرویز حسین، کراچی

کسی ملک پر ایک بے وقوف بادشاہ حکمران تھا۔ ایک دن وہ جغرافیہ کی کتاب

پڑھ رہا تھا۔ جس میں لکھا تھا ''زمین گول ہے۔'' بادشاہ نے خفا ہوتے ہوئے، وزیر سے کہا: ''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ زمین تو چپٹی ہے بالکل اس کتاب کی طرح اس کتاب کے مصنف کو حاضر کیا جائے۔''

کتاب کا مصنف ایک جغرافیہ داں تھا۔ وزیر نے اسے دربار میں طلب کرلیا۔ بادشاہ نے کہا: ''ہم خود دنیا کا سفر کر کے دیکھیں گے۔ اگر زمین گول نہ ہوئی تو تمھاری گردن ماردی جائے گی۔ شام کے چھے بجے قافلہ روانگی کے لیے تیار ہوا۔

وزیر نے پوچھا: ''حضور! ہمیں مشرق کی طرف چلنا چاہیے۔''

بادشاہ نے کہا: ''مشرق سے تو سورج طلوع ہوتا ہے۔ جل کر بھسم ہونے کا خطرہ ہے۔ مغرب میں سمندر ہے۔ شمال کا راستہ ٹھیک رہے گا۔''

شاہی قافلہ تین گھنٹے تک چلتا رہا۔ بادشاہ کو نیند آنے لگی تو وہ کھانا کھا کر خراٹے لینے لگا۔ وزیر نے موقع غنیمت جان کر قافلے کا رُخ واپس محل کی جانب کردیا۔ بارہ بجے یہ قافلہ شہر کے صدر دروازے پر پہنچ گیا۔ نقارچی نے نقارے پر بارہ ضربیں لگائیں۔ بادشاہ ہڑبڑا کر اُٹھ گیا اور بولا: ''بارہ بج گئے ہیں اور قافلہ روانہ نہیں ہوا۔''

وزیر نے عرض کیا: ''بادشاہ سلامت! ہم دنیا کا چکر لگا کر واپس آگئے ہیں۔ دنیا واقعی گول ہے۔ وہ دیکھیے سامنے شاہی محل ہے۔''

''بہت خوب! بادشاہ خوش ہو کر بولا: ''تب تو وہ کتاب لکھنے والا واقعی سچا ہے۔ اسے چھوڑ دو اور بہت سا انعام واکرام بھی دو۔''

یوں وزیر کی عقل مندی نے نہ صرف مصنف کی جان بچائی، بلکہ پورے قافلے کو بھی تباہی سے بچالیا۔

غلطی کا احساس

غزالہ سلیم، کراچی

حاشر کے ابو نے اسے آج سائیکل

دلانے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اب ایک ہفتے بعد دلانے کو کہہ رہے تھے۔ یہ سن کر حاشر ان سے ناراض ہو کر گھر سے باہر نکل گیا۔

حاشر کے ابو نے اس کی امی سے پوچھا: ''حاشر کہاں ہے؟''

اس کی امی بولیں: ''ابھی تک تو آیا نہیں، کچھ زیادہ ہی ناراض ہو گیا ہے۔''

اس کے پاپا نے انھیں بتایا: ''میرے دوست کو دو ہزار کی ضرورت تھی۔ اس کی بٹی بہت بیمار ہے، تنخواہ ملنے میں ایک ہفتے کا وقت ہے، اس لیے میں نے سائیکل کے پیسے دوست کو اُدھار دے دیے۔ حاشر کو سائیکل اگلے ہفتے لا دوں گا۔''

اس کی امی نے کہا: ''اس ضدی لڑکے کو یہ بات کون سمجھائے، جائیں جا کر اسے منا کر لائیں۔ ذرا سی بات پر آج کا دن ناراض ہو کر برباد کر رہا ہے۔''

جب اس کے ابو اسے باہر دیکھنے گئے تو گلی میں وہ کہیں بھی نظر نہیں آیا وہ پریشان ہو گئے، کیوں کہ کبھی بتائے بغیر وہ گلی سے باہر نہیں گیا تھا۔ وہ اس کے دوستوں کے گھر گئے تو وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو گئے۔ مسجد میں بھی اعلان کرایا۔ ماں اور بہن کا رو رو کر بُرا حال تھا وہ اللہ سے دعا کر رہی تھیں کہ حاشر صحیح سلامت گھر پہنچ جائے۔

حاشر ناراض ہو کر گھر سے نکلا تو غصے میں بس اپنی دُھن میں ایک طرف کو چلنے لگا۔ جب ایک گاڑی نے زور سے ہارن بجایا تو اسے ہوش آیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ گھر سے کافی دور آ گیا ہے اور علاقہ بھی انجان سا ہے تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے پریشانی سے اردگرد دیکھا اور ایک آدمی سے پوچھا: ''انکل! یہ کون سا علاقہ ہے؟''

اتفاق سے وہ آدمی بچے اغوا کرنے والا تھا۔ اس نے بہت پیار سے حاشر سے سارا ماجرا سنا، پھر اسے سمجھایا کہ پریشانی کی کوئی

بات نہیں میں ابھی تمھیں تمھارے گھر لے جاتا ہوں۔ پھر اس نے اسے کولڈ ڈرنک اور چاکلیٹ کھانے کو دی۔ حاشر ویسے ہی پریشان تھا۔ اس نے تھوڑی سی چاکلیٹ کھائی۔ پھر وہ آدمی کسی کو فون کرنے چلا گیا۔

حاشر کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا، اس نے باقی چاکلیٹ آدمی کی نظر بچا کر ایک طرف پھینک دی۔ آدمی واپس آ کر حاشر سے باتیں کرنے لگا۔ دراصل وہ حاشر سے اس کے گھر کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ باتیں کرتے کرتے حاشر کو چکر سا آیا۔ اس آدمی نے اسے سہارا دے کر ایک طرف کو بٹھا دیا۔ جب حاشر مکمل طور پر بے ہوش ہو گیا تو اس نے حاشر کو کندھے پر ڈالا اور چادر اوڑھ کر ایک طرف کو چلنے لگا۔

ان دنوں پولیس کی چیکنگ سخت تھی۔ وہ اس سڑک پر آ گیا، جہاں چہل پہل زیادہ تھی، تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔ گاڑیوں کی تیز آواز سے حاشر کو ہوش آ گیا۔ اس نے زیادہ چاکلیٹ نہیں کھائی تھی، اس لیے دوا کا اثر جلدی ختم ہو گیا تھا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ کسی نے اسے کندھے پر ڈال رکھا ہے اور اوپر چادر بھی ہے تو حاشر پریشان ہو گیا کہ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔ حاشر نے دل ہی دل میں اللہ سے معافی مانگی کہ اس نے اپنے والدین کا دل دکھایا اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں۔ جب حاشر نے محسوس کیا کہ ارد گرد زیادہ ہجوم ہے تو اس نے فوراً چادر ہٹا کر شور مچانا شروع کر دیا۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ آدمی فوراً اسے نیچے پھینک کر بھاگ گیا۔ سب لوگ اس کی طرف آئے اور اس سے ماجرا پوچھنے لگے۔ پھر ایک پولیس والے نے حاشر سے اس کے والد کا فون نمبر لے کر انھیں فون کر کے ساری صورتِ حال بتائی۔ اس کے والد جلد ہی اسے لینے پہنچ گئے۔ پھر وہ اپنے

والد کے گلے لگ کر بہت رویا کہ اس نے انھیں ستایا، جس کی اسے سزا ملی۔ گھر آ کر اس نے ماں اور بہن سے بھی معافی مانگی کہ اس کی وجہ سے سب کو کتنی پریشانی ہوئی۔ اگر وہ آدمی اسے لے جاتا تو اس کا کیا ہوتا اور وہ اپنے والدین کے بغیر اور والدین اس کے بغیر کس طرح رہ پاتے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ گھر پہنچ کر وہ فوراً وضو کر کے سجدۂ شکر ادا کرنے چل دیا۔

تین خواہش

ارِیبہ گل، حیدر آباد

کسی گاؤں میں سلیم نامی لکڑہارا رہتا تھا۔ بہت محنت کے باوجود وہ غریب کا غریب ہی رہا۔ ہر صبح وہ جنگل جا کر لکڑیاں کاٹتا اور شہر جا کر بیچتا۔ اس سے جو پیسے ملتے اس سے اپنا اور اپنی بیوی کا پیٹ بھرتا۔ وہ جنگل کے قریب ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں رہتے تھے۔ جب بارش ہوتی تو جھونپڑی میں بارش کا پانی بھی آ جاتا، جس کی وجہ سے بیوی سے لڑائی جھگڑا رہتا۔

بیوی کہتی: ”میں اپنی اس غربت سے بہت تنگ آ گئی ہوں۔“

سلیم جواب دیتا: ”اری نیک بخت! میں سارا دن کتنی محنت کرتا ہوں۔ لکڑیاں کاٹ کاٹ کر میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔“

لڑائی کے بعد سلیم بھوکا پیاسا جنگل کی طرف نکل جاتا۔ جب لکڑیاں کاٹ کر تھک جاتا تو تھوڑی دیر درخت کے نیچے بیٹھ جاتا۔

ایک دفعہ وہ درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچ رہا تھا: ”یہ بھی کوئی زندگی ہے، ہر وقت لڑائی جھگڑا۔ سارا دن محنت کر کے بھی سکون میسر نہیں۔“

اچانک آسمان سے کسی پرندے کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ وہ پَروں والا ایک انسان تھا، یعنی پری زاد۔ سلیم ڈر کے مارے سہم گیا۔

اس نے کہا: ''ڈرو نہیں، میں تمھاری مدد کرنے آیا ہوں۔ میں نے تمھاری ساری باتیں سنی ہیں۔ میں تمھاری تین خواہش پوری کروں گا۔ جو مانگو سوچ سمجھ کر مانگنا۔ زبان سے نکلا ہوا لفظ واپس نہیں ہوگا۔'' یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔

سلیم نے اسی وقت گھر پہنچ کر اپنی بیوی کو آواز دی اور جنگل کا پورا واقعہ سنایا۔ فاطمہ خوشی سے نہال ہوگئی، بولی: ''تم کو پہلے گرم روٹی ڈال دوں، صبح بھی بھوکے چلے گئے تھے۔''

سلیم نے کہا: ''میرے خیال سے بہت سارے پیسے اور پکا مکان مانگنا چاہیے؟''

فاطمہ نے کہا: ''میرے لیے تو بہت قیمتی کپڑے اور ہیرے کی انگوٹھی مانگنا۔'' یہ کہہ کر وہ کھانا لینے چلی گئی۔ جب کھانا لائی تو ایک دم سلیم کے منھ نکلا: ''اس کے ساتھ گرم گرم سیخ کباب کی بھری پلیٹ آجائے۔'' بس دل میں خیال آتے ہی سلیم کے سامنے سیخ کبابوں بھری پلیٹ آگئی۔

فاطمہ نے کہا: ''ارے یہ کیا کیا کباب کے خاطر ایک خواہش ضائع کردی۔''

سلیم نے جواب دیا: ''اری نک چڑی! سکون سے کھانے بھی نہیں دیتی، خدا کرے سارے کے سارے کباب تیرے کان سے لٹک جائیں۔'' بس منھ سے نکلا اور خواہش پوری ہوگئی۔ سارے کباب فاطمہ کے کان سے لڑی کی صورت میں لٹک گئے۔

فاطمہ بولی: ''خدا کے واسطے ان سے میری جان چھڑادو۔''

سلیم نے کہا: ''پہلے سوچنا پڑے گا، کیوں کہ اب ایک خواہش رہ گئی ہے اور اگر اس کو بھی ضائع کردیا تو ہم غریب کے غریب رہ جائیں گے اور تو مجھ سے ہمیشہ لڑتی رہے گی۔''

فاطمہ نے جواب دیا: ''میں غریبی میں رہ لوں گی اور تم سے کبھی نہیں لڑوں گی۔ خوشی خوشی زندگی گزاروں گی۔''

سلیم کو فاطمہ پر ترس آ گیا اور اس نے آخری خواہش کہہ کر کبابوں سے جان چھڑا دی۔ فاطمہ سلیم سے کبھی نہیں لڑی۔ سلیم اور فاطمہ ہمیشہ غریب ہی رہے۔ صرف ایک فائدہ یہ ہوا کہ فاطمہ نے سلیم سے لڑنا جھگڑنا بند کر دیا اور خوشی سے رہنے لگے۔

قربانی کا جذبہ

حافظ عابد علی، راولپنڈی

وہ اتوار کا دن تھا۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ باورچی خانے سے آنے والی امی کی آواز سے میں جاگ اُٹھا: ''اُٹھو بیٹا! اُٹھ کر ناشتا کرو اور بازار سے سودا سلف لا کر دو۔''

''اُٹھتا ہوں۔'' میں نے اُٹھ کر امی کو سلام کیا، ہاتھ منھ دھو کر ناشتا کیا اور پھر بازار را چلا گیا۔

میں بازار جا رہا تھا کہ مجھے راستے میں نو یا دس سال کا بچہ بیٹھا ہوا ملا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ پریشان لگ رہا تھا۔ مجھے اس بچے پر بہت ترس آیا اور اس کے پاس جا کر اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی۔ پہلے تو اس نے کچھ نہ بتایا۔ جب میں نے دوبارہ پوچھا تو وہ مجھے اپنا ہمدرد پا کر بولا: ''میرا نام ہارون ہے اور میرے والد وفات پا چکے ہیں۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ میری والدہ لوگوں کے گھروں میں کپڑے، برتن دھو کر ہمارا پیٹ پالتی ہیں۔ شام کو جب امی تھکی ہوئی گھر آتی ہیں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے، اس لیے آج میں یہ سوچ کر گھر سے نکلا ہوں کہ جا کر کوئی چھوٹا موٹا کام کروں، جس سے والدہ کا ہاتھ بٹ جائے۔ اسکول چھوڑنے کا تو مجھے بہت دکھ

ہے، لیکن پھر اس بات سے مطمئن ہوں کہ والدہ کو کچھ آرام تو مل جائے گا۔" اس کی داستان سن کر میری آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

میں نے اس کا نام اور گھر کا پتا لکھ لیا اور سودا سلف خرید کر اپنے گھر کو چل دیا۔

میرے استاد شبیر صاحب بہت رحم دل انسان ہیں۔ اگلے دن میں نے اسکول جا کر اس لڑکے کی داستان اپنے استاد کو سنائی۔ انھوں نے بہت غور سے سنا۔ اس کے بعد کلاس کے تمام بچوں کو یہ بات بتائی۔ بچوں نے بھی اس کی مدد کا وعدہ کیا۔

تیس بچوں نے دس روپے مہینا دینے کی ہامی بھری۔ ان میں سے دس بچے ایسے تھے، جنھوں نے پچاس روپے ماہوار دینے کا وعدہ کیا۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ ہماری قوم میں بہت سے لوگ موجود ہیں، جن میں انسانیت کا بھرپور جذبہ موجود ہے۔

میں نے گھر جا کر اپنے والد کو تمام باتیں بتائیں، انھوں نے میری کوشش کو بہت سراہا اور استاد صاحب اور بچوں کے جذبے کی تعریف کی۔ میرے والد صاحب نے بھی ہر ماہ پانچ سو روپے دینے کا وعدہ کیا۔

شام کو جب میں اس لڑکے کے گھر گیا تو اس نے مجھے اندر لے جا کر بٹھایا۔ میں نے جب یہ خوش خبری اسے سنائی تو خوشی کے مارے اس کے آنسو نکل گئے۔ استاد صاحب کا پیغام اسے سنایا کہ اسکول میں تمھارا مفت داخلہ ہوگا اور تم سے کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔

اس کی ماں نے جب میری باتیں سنیں تو مجھے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ میں زندگی کے ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا کہ اس نے مجھے ایک غریب خاندان کی مدد کرنے کی توفیق دی۔

ٹرافی

سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

''جماعت ششم میں اول پوزیشن حاصل کرنے والے محنتی طالب علم ہیں امجد ہاشم۔'' لاؤڈ اسپیکر پر نتائج سناتے ہوئے امجد کا نام لیا گیا۔ امجد بددلی کے ساتھ اسٹیج پر آیا۔ امجد پہلی پوزیشن حاصل کرنے پر بھی خوش نہ تھا۔

امجد کو پرنسپل صاحب نے ٹرافی دی اور اس کے ساتھ تصویر بھی بنوائی۔ اس کے بعد دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علموں کو بھی انعامات دیے گئے۔

امجد گھر پہنچا تو امی اپنے بیٹے کے ہاتھ میں ٹرافی دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور انھوں نے امجد کو گلے سے لگالیا۔

''ارے، امجد! پہلی پوزیشن حاصل کرنے پر بھی تم خوش نہیں ہو؟'' امی نے امجد کے چہرے پر خوشی نہ دیکھ کر پوچھا۔

امجد بولنے لگا: ''امی! فیصل کے اسکول میں بہت عمدہ اور قیمتی تحفے دیے جاتے ہیں، جب کہ ہمارے اسکول میں صرف ایک معمولی سی ٹرافی دی جاتی ہے۔''

امی لاڈ اور پیار سے بولیں: ''بیٹا! انعامات تو انعامات ہوتے ہیں، چاہے وہ قیمتی ہوں یا معمولی سے ہوں، اہم بات یہ ہے کہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے تمھیں یہ انعام ملا۔ اگر انعام میں ایک پھول بھی مل جائے تو وہ ایک اعزاز ہوتا ہے۔''

امجد بڑے غور اور دھیان سے امی کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بولا: ''امی! آپ ٹھیک کہتی ہیں، انعامات قیمتی ہوں یا معمولی، انعام تو انعام ہی ہوتا ہے۔''

امی بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد امجد نے اپنی پیاری سی ٹرافی الماری میں سجادی۔

☆☆☆

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام
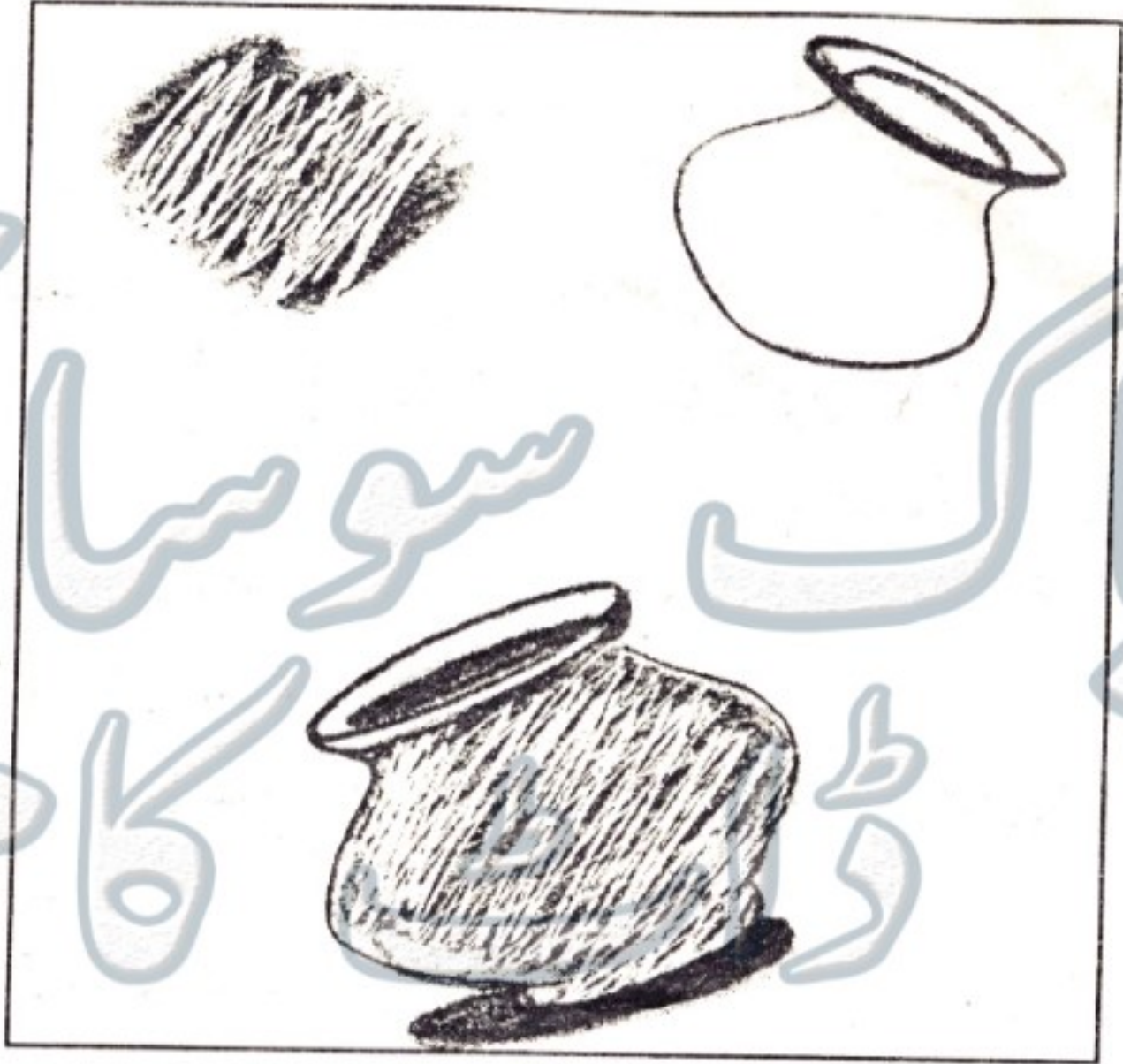
ڈرائنگ بنانے کے لیے پنسل استعمال کرنے کے بھی کئی طریقے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک طریقہ یہ ہے کہ تصویر کا خاکہ بنائیں، پھر اس خاکے میں کسی نوک دار چیز مثلاً پن یا اس جیسی کسی نوکیلی چیز سے لکیریں لگائیں۔

لکیریں بہت زیادہ زور سے نہ لگائیں ورنہ تصویر خراب ہو جائے گی۔ پھر اس خاکے میں کھرچی ہوئی لکیروں پر پنسل سے شیڈ کریں۔ اس طرح آپ کی تصویر مکمل ہو جائے گی۔ ☆

ہمدرد نونہال اسمبلی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی معروف سماجی شخصیت، الفلاح ٹرسٹ کے بانی و چیئر مین اور رکنِ شوریٰ ہمدرد محترم الحاج شیخ مختار احمد اصلاحی تھے۔ یومِ اقبال کے موقعے پر اس بار موضوع تھا:

''علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں تعلیم کی اہمیت''

اسپیکر اسمبلی عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ کلام پاک و ترجمہ نونہال محمد زبیر نے، حمدِ باری تعالیٰ خنسہ فاطمہ نے اور نعتِ رسولِ مقبولؐ حمنیٰ رؤف نے پیش کی۔ نونہال مقررین میں ایمن رخسار، زنیرا شریف، حماد احمد، مہک زہرا اور نویرا ایمان شامل تھیں۔ ان نونہالوں نے شاعرِ مشرق کے افکار کی روشنی میں تعلیم اور نظام کی تشکیل و ترویج پر زور دیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے نونہالوں کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال بجا طور پر سمجھتے تھے کہ ہم اقوامِ عالم کے درمیان سربلندی اور سرفرازی کے مقام پر صرف اسی صورت فائز ہو سکتے ہیں جب ہم علوم و فنون کے میدان میں نہ صرف اپنے دور، بلکہ آنے والے ادوار کی ضرورتوں سے بھی آگاہ ہوں۔

مہمانِ خصوصی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر احسان کرتا ہے تو اسے علامہ اقبال اور شہید حکیم محمد سعید جیسی شخصیات عطا فرماتا ہے۔ حکیم صاحب اور علامہ اقبال تعلیم

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں محترم الحاج شیخ مختار احمد اصلاحی انعام یافتہ نونہالوں کے ساتھ

کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے افکار پر چلنے اور پاکستان کو دنیا بھر میں اعلا مقام دلانے اور باحیثیت قوم بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس تقریب میں مختلف اسکولوں کے نونہالوں نے کلامِ اقبال اور خوب صورت اور رنگارنگ ٹیبلو پیش کیے۔ آخر میں انعامات کی تقسیم کے بعد دعائے سعید پیش کی گئی۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

غریب سیٹھ

معاذ بن مستقیم
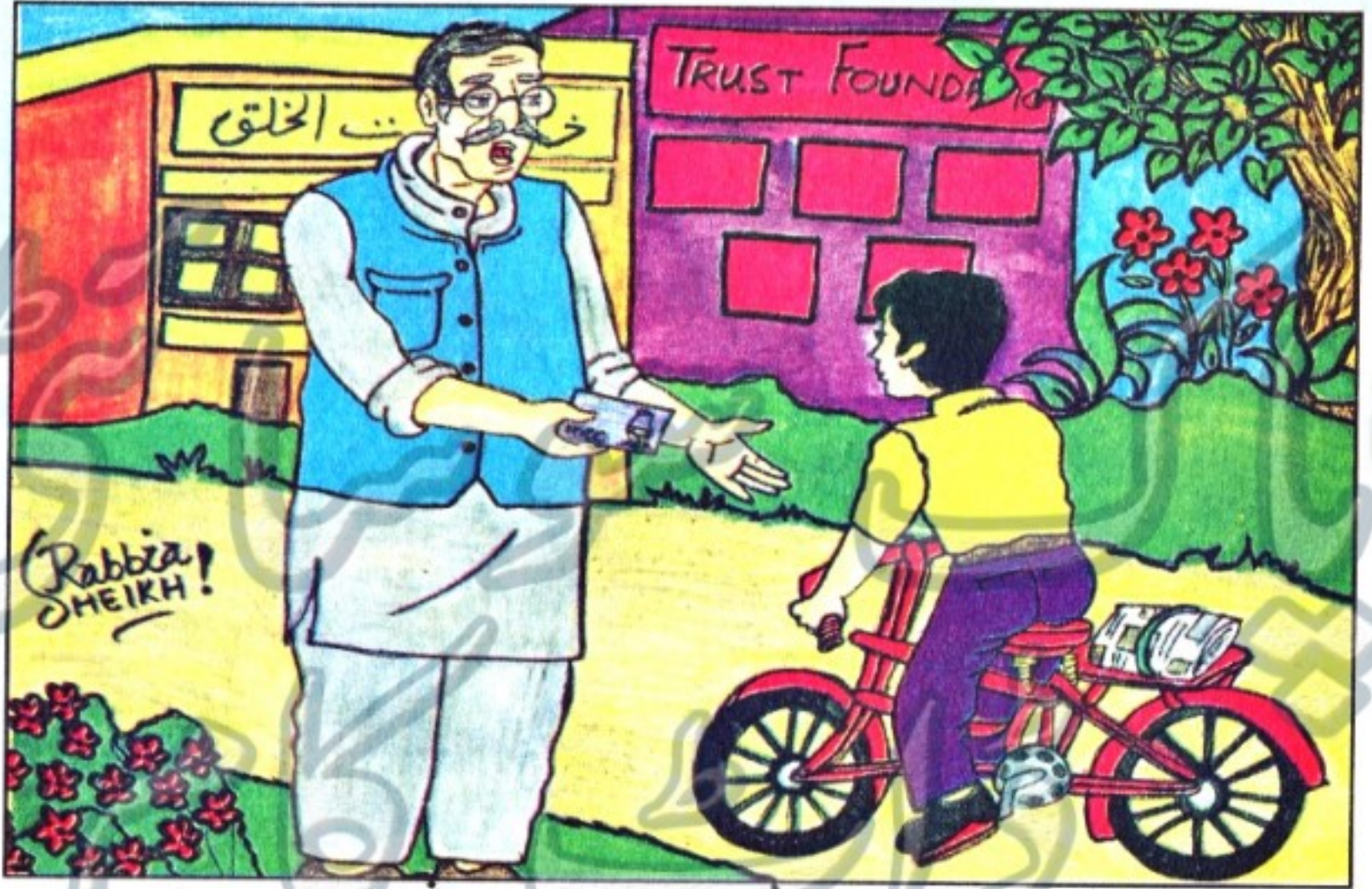
سیٹھ باقر کو اپنی دولت پر بڑا فخر تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بہت مغرور رہتے۔ وہ فطرتاً اچھے آدمی تھے اور لوگوں سے ہمیشہ اچھے طریقے سے پیش آتے تھے۔ ان کی مِل میں بنا ہوا کپڑا دنیا بھر میں سپلائی ہوتا تھا۔ مِل کے ملازمین کے ساتھ بھی ان کا سلوک اچھا تھا۔ اپنے ملازمین کی بہت سی غلطیوں کو وہ اکثر نظر انداز کر جاتے تھے۔ ملازمین کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنے کی کوشش کرتے اور تنخواہ بھی اچھی دیتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ان کے ملازمین نے بہت کم ریٹائرمنٹ سے پہلے اس مِل کو چھوڑا۔

چند دنوں پہلے ہی مالی نے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کے لیے پیسے مانگے۔ انھوں نے

صرف اسے قرضہ فراہم کیا، بلکہ شادی کی دعوت بھی مِل کے پرائیویٹ لان میں کرائی۔

ان کی مِل کے ایک ملازم، جسے ابھی کام کرتے ہوئے چار پانچ دن ہی ہوئے تھے، سڑک پر ایک حادثہ پیش آ گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ دو مہینے کے لیے کام کے قابل نہیں رہا۔ سیٹھ باقر نے اس کا پورا اعلاج کروایا، بلکہ جب تک وہ دوبارہ کام کے قابل نہیں ہو گیا اسے تنخواہ بھی برابر ملتی رہی۔ غرض یہ کہ وہ بڑی حد تک ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ وہ لوگوں کی مدد کر کے خوش ہوتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی ترقی کا راز انہی غریبوں کی دعائیں ہیں۔ اس کے باوجود ان کے دل میں ایک خیال تھا کہ وہ امیر آدمی ہیں۔ یہ احساس انھوں نے آج تک کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ یہ تو بس اس خیال سے ہی سرشار رہتے تھے۔

وہ شہر میں موجود غریبوں کی ضروریات کا خیال رکھنے والے ایک ادارے کو ہر ماہ ایک بڑی رقم بھی دیتے تھے۔ ویسے تو ہر ماہ کی چار پانچ تاریخ کو پیسے باقاعدگی سے اس ادارے کو مل جاتے تھے، مگر پھر بھی وہ ہر مہینے ایک دوبار دوپہر کے کھانے سے پہلے وہاں کا چکر ضرور لگاتے اور ادارے کے پاس موجود ضرورت مندوں کے کھانے پینے اور راشن وغیرہ کی صورتِ حال کا جائزہ لیتے۔ پچھلے دو مہینوں سے جب بھی وہ ادھر صورتِ حال کا جائزہ لینے جاتے تو ایک تیرہ چودہ سال کے بچے کو اسکول یونی فارم میں سائیکل پر بہت سے اخبار لیے ادارے سے نکلتے دیکھ کر وہ افسوس کرتے کہ بے چارے کو اس عمر میں کام کرنا پڑ رہا ہے...... اور اسی لمحے اپنی امیری کا خیال آتا اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی۔

ایک دن اس اخبار والے بچے کی مدد کی نیت سے اپنے معمول سے ایک گھنٹہ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور انتظار کرنے لگے۔ آدھے گھنٹے کے انتظار کے بعد وہ بچہ آتا دکھائی
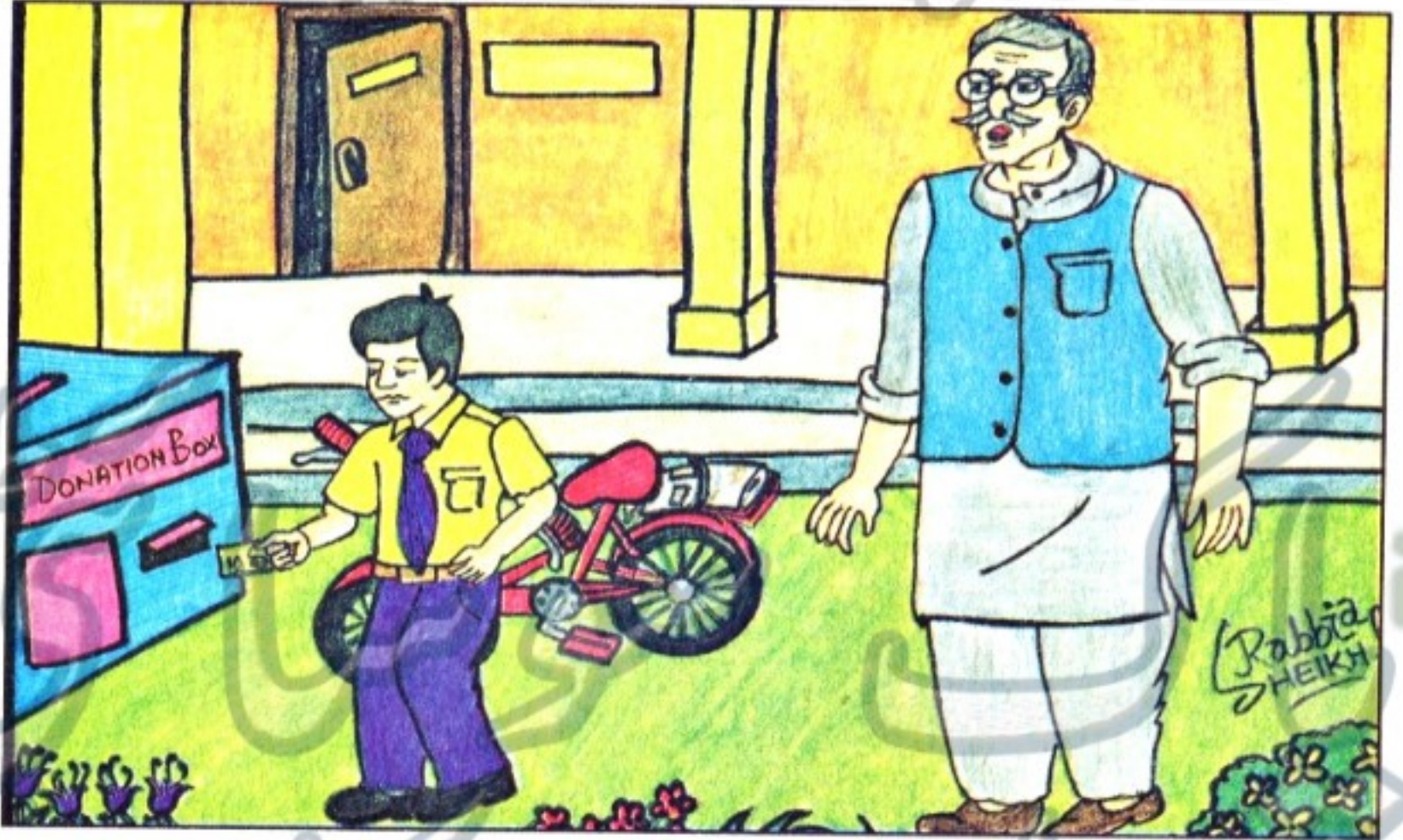
دیا۔ وہ گیٹ سے اپنی سائیکل سمیت ہی اندر آ گیا تھا۔ انھوں نے بچے کو ہاتھ کے اشارے سے قریب بلایا اور اس کی جیب میں ہزار کا نوٹ ڈالنے لگے تو انھیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا۔ بچے نے ان سے وہ نوٹ لینے سے انکار کر دیا۔

''نہیں انکل! میرے والدین کہتے ہیں کہ اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اللہ میاں کا شکر ہے۔ ہم مل کر کام کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔'' اس بچے نے معصومیت سے کہا اور انھیں حیران و پریشان چھوڑ کر ایک جانب چل دیا۔

ان کے قدم غیر ارادی طور پر اس بچے کے پیچھے اُٹھ گئے۔ اب جو منظر انھوں نے دیکھا تو ان پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ بچہ اپنی جیب سے دس رپے کا نوٹ نکال کر ادارے کے خیراتی بکس میں ڈال رہا تھا۔ پیسے ڈال کر اس نے سائیکل گھمائی اور گیٹ سے

باہر نکل گیا۔ انھوں نے ادارے کے منتظمین سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ غریب بچہ یہاں روزانہ اپنی معمولی آمدنی کے باوجود دس روپے ضرور ڈال کر جاتا ہے اور کبھی یہاں کا پانی تک نہیں پیتا۔ سیٹھ باقر کے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ آج انھیں معلوم ہوا کہ حقیقت میں امیر کون ہے۔ وہ محنت کرنے والا بچہ جس کا دل اس دنیا کے سب امیروں سے زیادہ امیر تھا۔

اب جب بھی ان کے دل میں کبھی اپنی امیری کا خیال آتا تو ان کی آنکھوں کے سامنے وہ بچہ آجاتا تھا، جس کے سامنے وہ اپنے آپ کو بہت غریب محسوس کرتے ہیں، انتہائی غریب!

☆

میلا اور بیل

جاوید اقبال

ایک دن میرے دوست سہراب بابو مجھ سے کہنے لگے کہ ان کے ساتھ نواب صاحب کی ریاست چلوں۔ ریاست میں ہر سال بسنت بہار کا میلا لگتا ہے۔ میں نے مصروفیت کا بہانا کیا، تو خفا ہو کر بولے: ''میاں! تم جو جنگلوں میں جانوروں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہو، کبھی انسانوں کے ساتھ بھی وقت گزار لیا کرو۔''

پھر میلے کی دل چسپیوں اور رنگینیوں کی ایسی تصویر کھینچی کہ مجھے ہاں کرتے ہی بنی۔ ہم ان کی موٹر گاڑی میں بیٹھ کر نواب صاحب کی ریاست جا پہنچے۔

نواب صاحب کی حویلی میں زور و شور سے میلے کی تیاری ہو رہی تھی۔ پکوان بن رہے تھے۔ مٹھائیاں تیار ہو رہی تھیں۔ کپڑے سِل رہے تھے۔ ایک دن اور رات ان تیاریوں میں ہی گزر گئے۔ دوسری صبح سب لوگ سج دھج کر میلے کے میدان کی طرف روانہ ہوئے۔

نواب صاحب اور ان کے مصاحب موٹر گاڑیوں اور ملازمین وغیرہ بیل گاڑیوں اور یکّوں پر سوار تھے۔ دوپہر کو یہ قافلہ ایک بڑے میدان میں جا پہنچا، جہاں خوب چہل پہل اور رونق تھی۔ رنگ برنگے کپڑے پہنے بچے چہکتے پھر رہے تھے۔ لڑکیاں ہنستی مسکراتی ٹولیوں کی شکل میں گھوم پھر رہی تھیں، کہیں بچے جھولے جھول رہے تھے، کہیں ڈھول کی تھاپ پر گھوڑے ناچ رہے تھے۔ جوان اور بوڑھے ان تماشوں سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔ اِدھر اُدھر حلوائی مٹھائیوں کی دکانیں سجائے بیٹھے تھے، گرم گرم جلیبیاں کڑھائی سے نکلتے ہی بِک جاتیں۔ پکوڑے اور نمکو بھی ہاتھوں ہاتھ خریدے جا رہے تھے۔ ایک طرف کھلونے والے کھلونوں کی دکانیں سجائے بیٹھے تھے۔ بچے شوق سے کھلونے خرید رہے تھے۔ ایک پنڈال میں سرکس لگا تھا، جہاں بازی گر اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔

ایک بڑے میدان کے درمیان میں ایک اونچے چبوترے پر نشستیں لگی تھیں۔ جہاں نواب صاحب اپنے مصاحبین کے ساتھ بیٹھ گئے۔ یہاں بیلوں کی دوڑ شروع ہونے والی تھی۔ ہم بھی اس چبوترے پر بیٹھ گئے۔ جب بیٹھے بیٹھے دیر ہوگئی اور دوڑ شروع نہ ہوئی تو سہراب بابو بولے: ''دوڑ تو نہ جانے کب شروع ہو، آؤ اتنی دیر میں سرکس دیکھ لیتے ہیں۔''

ہم چبوترے سے اُتر کر سرکس والے میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں لوگ ایک بڑے

سے دائرے کی صورت میں کھڑے تھے۔ دائرے کے اندر بازی گر اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔ کچھ بازی گر لوہے کے ایک گول کڑے سے، جس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، دوسری طرف کود رہے تھے۔ ایک طرف ایک گول مٹول مسخرہ مختلف کرتب دکھا کر لوگوں کو ہنسا رہا تھا۔ ایک پہیے والی سائیکل پہ سوار بازی گر کو دیکھ کر لوگ تالیاں بجا کر داد دے رہے تھے۔

ہم سرکس کے تماشوں میں گم تھے کہ ایک دم شور مچ گیا۔ لوگ افرتفری میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ہم پنڈال سے نکلے تو پتا چلا کہ دوڑ کے میدان سے ایک بیل بھاگ نکلا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ بپھرا ہوا بیل اِدھر ہی بھاگا چلا آ رہا ہے۔ بھگدڑ کی وجہ سے کئی لوگ اس کے کھروں تلے کچلے گئے۔ پلک جھپکتے ہی بیل ہمارے قریب آ پہنچا۔ ہم نے اس سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر چھلانگیں لگا دیں۔ بیل کے گلے میں بندھی رسی اُڑتی ہوئی میرے ہاتھ سے لپٹ گئی اور گرہ سی پڑ گئی۔ مجھے زور کا جھٹکا لگا اور میں بیل کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔ بیل مجھے کھینچے لیے جا رہا تھا اور میں زور لگا کر اسے روک رہا تھا۔ اتنے میں سامنے ایک درخت آ گیا۔ میں بھاگتے بھاگتے تھوڑا بائیں طرف ہوا تو درخت ہم دونوں کے درمیان آ گیا اور رسہ درخت کے تنے سے لپٹ گیا۔ یوں بیل رک گیا۔ پیچھے بیل کا مالک بھی بھاگا آ رہا تھا۔ اس نے بیل پر قابو پا لیا۔ لوگوں کا جمگھٹا وہاں لگ گیا۔ اتنے میں نواب صاحب بھی اپنے مصاحبوں کے ساتھ وہاں آ گئے۔ بیل کو قابو میں کرنے کا سن کو بہت خوش ہوئے۔ گلے سے قیمتی ہار اور ہاتھوں سے ہیرے کی انگوٹھیاں اُتار کر بطور انعام مجھے دینا چاہیں، میں شرمندہ سا ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ رسی اتفاقاً میرے

ہاتھ سے لپٹ گئی تھی ۔ اس میں میری کوئی بہادری نہ تھی ۔ میں نے کچھ کہنے کے لیے منھ کھولا ، مگر سہراب بابو نے میرا ہاتھ دبا کر مجھے چپ کرا دیا ۔ بولے : '' انعام لینے سے انکار نہیں کرتے ، ورنہ نواب صاحب ناراض ہو جائیں گے ۔ '' پھر خود ہی آگے بڑھ کر ہار اور انگوٹھیاں نواب صاحب سے لیں ۔ ہار تو میرے گلے میں ڈال دیا اور انگوٹھیاں اپنی جیب میں رکھ لیں ۔ ہم میلے سے واپس آ گئے ۔ دو دن بعد ہماری واپسی ہوئی ۔ انگوٹھیوں کے بارے میں نہ میں نے کچھ پوچھا ، نہ سہراب بابو نے کچھ کہا ۔

سنا ہے وہ انگوٹھیاں بیچ کر انھوں نے نئی موٹر کار خرید لی ہے ۔ واللہ علم ! میری تو اس واقعے کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ ☆

انعامی سلسلہ ۲۵۳

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ جنوری ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان .... میل کا فاصلہ ہے۔ (۱۵۰ - ۲۰۰ - ۲۷۵)

۲۔ آدم ثانی .... کو کہتے ہیں۔ (حضرت ابراہیم - حضرت موسیٰ - حضرت نوح)

۳۔ ''پران'' کے نام سے معروف مذہبی کتابوں کا تعلق .... مذہب سے ہے۔ (ہندو - پارسی - بودھ)

۴۔ کرنل ڈاکٹر الٰہی بخش، قائد اعظم کے .... تھے۔ (استاد - معالج - سیکریٹری)

۵۔ ''شکارپور'' صوبہ سندھ کے ڈویژن .... کا ایک ضلع ہے۔ (سکھر - لاڑکانہ - میرپورخاص)

۶۔ پاکستان ٹیلے ویژن کی سب سے مقبول سیریز ''الف نون'' .... تحریر کرتے تھے۔ (فاروق قیصر - اطہر شاہ خاں - کمال احمد رضوی)

۷۔ مغل بادشاہ بابر نے جب ہندستان پر حملہ کیا تو وہاں .... کی حکومت تھی۔ (سکندر لودھی - ابراہیم لودھی - بہلول لودھی)

۸۔ ہندستان کا قدیم حکمراں اشوک اعظم، موریا سلطنت کے بانی چندر گپت موریا کا .... تھا۔ (بیٹا - پوتا - بھائی)

۹۔ سی آئی اے امریکی خفیہ ایجنسی ہے، جب کہ کے جی بی .... خفیہ ایجنسی ہے۔ (برطانوی - روسی - جرمن)

۱۰۔ لندن میں زمین دوز ریلوے کو .... کہتے ہیں۔ (میٹرو - انڈروے - ٹیوب)

۱۱۔ پائرومیٹر (PYROMETER) کو اردو میں .... کہتے ہیں۔ (آتش پیما - باد پیما - زلزلہ پیما)

۱۲۔ رومن گنتی میں ۹۰۰ کے عدد کو انگریزی کے حروف .... سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ (DC - CM - LX)

۱۳۔ صدا کر چلے، دعا کر چلے اور وفا کر چلے .... کے کالموں کے مجموعوں کے نام ہیں۔ (جمیل الدین عالی - جمیل جالبی - احمد مرزا جمیل)

۱۴۔ ''شہزادہ جان عالم'' مشہور داستان .... کا ایک کردار ہے۔ (فسانۂ عجائب - باغ و بہار - فسانۂ مبتلا)

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت یہ ہے: ''وقت نکل جاتا ہے، .... رہ جاتی ہے۔'' (یاد - بات - عزت)

۱۶۔ میر تقی میر کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں ‏ ‏ ‏ عیب بھی کرنے کو .... چاہیے (عقل - ہنر - شعور)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۵۳ (جنوری ۲۰۱۷ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جنوری ۲۰۱۷ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جنوری ۲۰۱۷ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جنوری ۲۰۱۷ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

نونہال ادب کی دل چسپ کتابیں

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کا شعبہ نونہال ادب نونہالوں کے لیے دل چسپ اور سبق آموز کہانیاں اور معلوماتی کتابیں شائع کرتا ہے۔ ان کی قیمتیں بہت کم رکھی جاتی ہیں۔ نونہال فرصت کے وقت مفید کتابیں پڑھیے اور معلومات بڑھایئے۔

نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
ہوا اور پتنگ	سید حسن عباس	۲۲ رُپے
خطرناک سمندری مخلوق نمبر ۶	اے حمید	۱۶ رُپے
فکرِ جوان	حکیم محمد سعید	۵۰ رُپے
پروازِ فکر	حکیم محمد سعید	۳۰ رُپے
بالیدگی فکر	حکیم محمد سعید	۳۵ رُپے
حکیم احمد شجاع اور ان کا فن	ڈاکٹر اے بی اشرف	۵۰ رُپے
مدینۃ الحکمہ میں بے نظیر آمد	حکیم محمد سعید	۲۲ رُپے
شب و روز مع تاثرات سفر دمشق، حلب و جدہ	حکیم محمد سعید	۱۰ رُپے
اسکول کے کتب خانے	غنی الاکرم سبزواری	۲۵ رُپے
توضیحی فہرست کتب خانہ ہمدرد اشاعت ہائے خاص	حکیم نعیم الدین زبیری	۴۵ رُپے
مقالات شام ہمدرد (۶۶-۱۹۶۵)	حکیم محمد سعید	۵۰ رُپے
مقالات شام ہمدرد (۱۹۸۵)	حکیم محمد سعید	۱۲۵ رُپے
ہمدرد نونہال اسمبلی - ۶ نونہالوں کی توقعات ہفتم	حکیم محمد سعید	۱۰ رُپے

ملنے کا پتا: ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی - ۷۴۶۰۰

ننھے مزاح نگار

ہنسی گھر
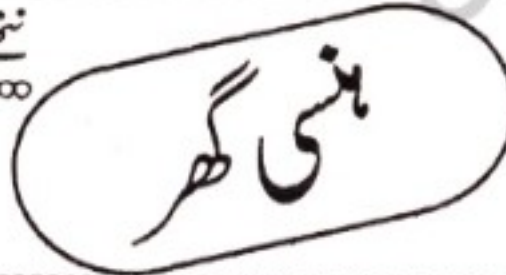
ایک آدمی نے رکشے والے سے کہا: ''بڑے پیر صاحب کے مزار جاؤ گے؟''

رکشے والا: ''ضرور جاؤں گا۔''

اس آدمی نے ایک پھول رکشے والے کو دیا اور کہا: ''یہ پھول میری طرف سے ڈال دینا، میرا اس طرف جانا نہیں ہو رہا۔''

مرسلہ : سید اویس عظیم علی، کراچی

ایک عورت نے کسی شخص سے کہا: ''آپ وہی ہیں نا! جنھوں نے میرے شوہر کو نہر میں ڈوبنے سے بچایا تھا؟''

وہ شخص بولا: ''جی ہاں! میں نے بچایا تھا، مگر یہ تو میرا فرض تھا۔ آپ مجھے یاد دلا کر شرمندہ نہ کریں۔''

عورت بولی: ''شرمندہ کیسے نہ کروں، ان کا چشمہ کہاں ہے؟''

مرسلہ : سمیرہ بتول اللہ بخش، حیدر آباد

امی! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا ایک پاؤں آسمان پر ہے اور ایک پاؤں زمین پر ہے۔''

ماں یہ سن کر فوراً بولی: ''بیٹا! ایسے خواب مت دیکھا کرو، کیوں کہ تمھارے پاس ایک ہی پاجامہ ہے۔''

مرسلہ : حفصہ عطاریہ، کراچی

ایک مرتبہ ملا نصر الدین کو شہنائی بجانا سیکھنے کا شوق ہوا۔ وہ ایک موسیقار کے پاس گئے اور اس سے شہنائی سکھانے کی فیس پوچھی۔

موسیقار نے جواب دیا: ''پہلے مہینے کی فیس تیس دینار، اس کے بعد دس دینار ماہانہ۔''

ملا نے کہا: ''بہت خوب! پھر آپ ایسا کیجیے میرا نام لکھ لیجیے۔ میں دوسرے مہینے سے شہنائی سیکھنے آیا کروں گا۔''

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

😊ایک پڑوسن نے دوسری سے کہا: ''گھر کی کوئی بھی شے پرانی ہو جائے، میں تو فوراً اُٹھا کر باہر پھینک دیتی ہوں۔''

دوسری نے کہا: ''اچھا، کافی عرصے سے آپ کے شوہر نظر نہیں آ رہے۔''

مرسلہ : ماہ نور طاہر، ایف سی ایریا

😊دو دوست ہوٹل میں کھانا کھانے گئے۔ کھانے پینے کے بعد ایک دوست بولا: ''کوئی ایسی بات کہو، جس سے میرے ہوش اُڑ جائیں۔''

دوسرا دوست: ''میں پیسے لانا بھول گیا ہوں۔''

مرسلہ : اریبہ افروز، بفرزون، کراچی

😊ایک پاگل دوسرے سے: ''مجھے پانی پلاؤ۔''

دوسرا پاگل: ''یہ لو۔''

پہلا: ''یہ تو گرم ہے۔''

دوسرا: ''ہلا کر پیو، ٹھنڈا نیچے بیٹھ گیا ہے۔''

مرسلہ : حماد سعید، جڑانوالہ

😊ایک دوست: ''اگر میں ۱۰۰ کلو میٹر فی گھنٹے کی رفتار سے موٹر سائیکل چلاؤں تو بتاؤ گھر کب پہنچوں گا؟''

دوسرا دوست: ''گھر بعد میں جاؤ گے، پہلے تو اسپتال پہنچو گے۔''

مرسلہ : حافظ محمد اشرف، حاصل پور

😊بشیر نے عامر سے کہا: ''میری بیوی مجھ سے روز دو سو روپے مانگتی ہے۔''

عامر: ''وہ ان پیسوں کا کرتی کیا ہے؟''

بشیر: ''پتا نہیں، میں نے کبھی اسے پیسے دیے ہی نہیں۔''

مرسلہ : فیصل علی، نارتھ کراچی

😊بیٹا (باپ سے): ''ابو! آپ نے جو پودے لگائے تھے وہ سب بے کار ہیں، ایک کی بھی جڑ نہیں نکلی۔''

باپ: ''تمھیں کیسے پتا؟''

بیٹا (معصومیت سے): ''میں روز پودے اُکھاڑ کر دیکھتا ہوں۔''

مرسلہ : محمد عمر بن عبد الرشید، کراچی

😊والد نے بیٹے سے پوچھا: ''آج تم اسکول کیوں نہیں گئے؟''

بیٹے نے جواب دیا: ''مجھے برڈ فلو ہوگیا ہے۔''

''بیٹا! برڈ فلو تو مرغیوں کو ہوتا ہے۔''

''بابا جان! اب میں انسان کہاں رہا ہوں، ماسٹر صاحب روز مجھے مرغا بنا دیتے ہیں۔''

مرسلہ : روبینہ ناز، کراچی

☺ ٹیچر: ''آپ کے ابو کی عمر کتنی ہے؟''

بچہ: ''نو سال۔''

ٹیچر: ''حیران ہوکر: ''وہ کیسے؟''

بچہ: ''جس دن میں پیدا ہوا، اسی دن تو وہ ابو بنے تھے۔''

مرسلہ : محمد اُسامہ اکرم، خیر پور ٹامیوالی

☺ ایک صاحب غصے میں تھانے پہنچے اور ایک مردہ بلی تھانے دار کے سامنے رکھتے ہوئے بولے: ''یہ کسی نے آج میرے صحن میں پھینک دی ہے۔''

تھانے دار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: ''قانون کے مطابق اگر چھے ماہ تک اس کا مالک نہ آیا تو آپ اسے رکھ سکتے ہیں۔''

مرسلہ : بخت خان، کھلابٹ ٹاؤن شپ

☺ استاد اور شاگرد کار میں جا رہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ ونڈ اسکرین دھندلی ہونے کی وجہ سے کئی بار حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔ شاگرد نے استاد سے کہا: ''استاد محترم! گاڑی روکیں میں ونڈ اسکرین صاف کر دیتا ہوں۔''

استاد صاحب نے کہا: ''اس کا کوئی فائدہ نہیں، میں دور کی عینک گھر ہی بھول آیا ہوں۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

☺ پوتا: ''دادا جان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟''

دادا: ''بیٹا! میرے دوست نے مجھے سال گرہ پر کنگھا تحفے میں بھیجا ہے، جب کہ اسے معلوم ہے کہ میں گنجا ہوں۔''

پوتا: ''دادا جان؟ فکر نہ کریں، آپ اپنے دوست کو اس کی سال گرہ پر ٹوتھ برش بھیج دیجیے گا، کیوں کہ ان کے دانت ہی نہیں ہیں۔''

مرسلہ : آصف بوزدار، میر پور ماتھیلو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔
ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی : غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیو کراچی سیکٹر D-11، سیکٹر F-11، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سو کوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوارالایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلّہ (لال مسجد)، نور شاہ محلہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔ (کراچی کے لیے چھے گاڑیاں خدمت پر مامور ہیں)

حیدرآباد : حالی روڈ، سبزی منڈی، نورانی بستی پھلیلی پار، حسینی چوک، پریٹ آباد، ایوب کالونی لطیف آباد نمبر 11 اور محمدی مسجد لطیف آباد نمبر 8۔

سکھر : ڈبہ روڈ پرانا سکھر، بیراج کالونی، علی واھن اور روہڑی۔

لاہور : طیبہ کالونی، شرقپور لاہور روڈ، بھوگی وال، بندر روڈ، خانقاہ سید احمد شہید نزد مدرسہ اللبنات، چھٹہ کالونی، گوشہ شفا اسپتال، جامعتہ المنظور السلام، نیاز بیگ ٹھوکر، فرخ آباد، شاہدرہ، ٹاؤن شپ، پٹھان کالونی، شبلی ٹاؤن، شیرا گوٹھ، شاہ پور کانجرہ،

مغل پورہ، چنگی امر سدھو، سکھ پورہ، شیر اکوٹ بند رروڈ اور طالب گنج شیر کالونی رائیونڈ۔

فیصل آباد : ڈی ٹائپ، منصورہ آباد اور ماڈل بازار (جھنگ روڈ)۔

سرگودھا: حیدر آباد ٹاؤن، حاجی کالونی، چک، فاطمہ جناح کالونی، بشیر کالونی اور عبداللہ کالونی۔

ملتان : خیر پور بھٹہ اور علی والا، موضع بوئے والا اور موضع گلزار پور۔

راولپنڈی: ڈھوک حسو، بنگش کالونی، اسلامک یونی ورسٹی، حضا کالونی، ڈھوک بنارس احمد آباد، حیال، اشرف کالونی، ڈھوک چوہدریاں، غریب آباد، رحمت آباد اور ڈھوک منگطال کونسل نمبر 652۔

پشاور: باریزئی، بکوائی، تہکال بالا، ثمر باغ، خزانہ بالا اور ریگی۔

کوئٹہ: فیروز آباد، پشتون آباد، سروے گلی نمبر 4، کاکڑ آباد بھوسہ منڈی، خروٹ آباد کلی جیو، سبزل روڈ، مغربی بائی پاس، جامعہ مدینہ سریاب اور شاہدہ غفور باغ۔

راولاکوٹ : چھڑہ بازار، چھوٹا گلہ شہر، چک بازار، چھوٹا گلہ مہرانگلہ، چھڑہ عیدگاہ، راولاکوٹ سٹی، پوٹھی سیکٹر اور چھوٹا گلہ گاؤں۔

☆ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں پیر تا ہفتہ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے دو بجے تک اپنی ڈیوٹی انجام دیتی ہیں اور جمعے کو دن کے بارہ بجے تک اپنی ڈیوٹی ادا کرتی ہیں۔

☆ ادارہ ہمدرد کے تمام قارئین خود بھی فری موبائل ڈسپنسری سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور دوسرے مستحق لوگوں کو بھی ہماری خدمات سے آگاہ کر سکتے ہیں، تاکہ اس فلاحی ڈسپنسری سے دوسرے غریب مریض بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔ وہ ہمیں اپنی مفید رائے سے بھی آگاہ کر سکتے ہیں، تاکہ ہمدرد فاؤنڈیشن اس فلاحی کام کو مزید بہتر طریقے سے انجام دینے کی کوشش کرے۔

☆

موم بتی کی تاریخ

لارنس پجو

روشنی حاصل کرنے کا سب سے پرانا ذریعہ موم بتی ہے۔ یہ پرانے زمانے میں جیسے بنائی جاتی تھی، ویسے ہی اب بھی بنائی جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پہلی موم بتی ۳۰۰۰ قبل مسیح میں بنی تھی۔ اسے جزیرہ کریٹ اور مصر میں بنایا گیا تھا۔ اس کا ذکر بائبل کی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ اس کے بعد اسے استعمال کرنے کا رواج بڑھا اور یہ فرانس میں بھی استعمال ہونے لگی۔

کم یا زیادہ روشنی کا انحصار اس چیز پر ہوتا، جس سے یہ بنائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر پگھلائی ہوئی چربی کی موم بتی کی نسبت شہد کے چھتے سے بنائی جانے والی موم بتی کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ ان دو کے علاوہ موم بتی سمندری جانور وھیل کے سر میں موجود تیل سے بھی بنائی جاتی ہے۔ اس کی روشنی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ شہد کے چھتے سے حاصل ہونے والے موم کی نسبت سستی ہوتی تھیں، مگر اب انھیں نہیں بنایا جا رہا ہے۔

انیسویں صدی میں موم بتی تقریباً ساری دنیا میں بننے لگیں اور غریب لوگ بھی انھیں استعمال کرنے لگے۔ اس کی صنعت کو تحفظ دینے کے لیے انگلستان میں یہ قانون بنا دیا گیا کہ حکومت سے لائسنس حاصل کیے بغیر موم بتی نہیں بنائی جا سکتی۔

۱۸۵۰ء میں پیرافین (PARAFFIN) موم سے بھی موم بتیاں بنائی جانے لگیں۔ پیرافین کو تیل اور کوئلے سے ملا کر بنایا جاتا تھا۔ زمین سے نکلنے والے تیل کو جب صاف کیا جاتا ہے اور چھانا جاتا ہے تو بچ جانے والے مواد کو مزید صاف کر کے سفید موم حاصل کر لیا جاتا ہے اور اس کو کوئلے میں ملا دیا جاتا ہے۔

پیرافین موم سب سے سستا ہوتا تھا، اس لیے موم بتیاں بڑے پیمانے پر اس سے بنائی جاتی تھیں۔ یہ جلد آگ پکڑ لیتی ہے اور اس کا درجۂ حرارت بھی کم ہوتا تھا، مگر اس میں ایک خاص قسم کا تیزاب ملانے کے بعد اس کے جلنے اور پگھلنے کی رفتار سست کر دی گئی ہے، چناں چہ اسے مقبولیت حاصل ہوگئی۔

۱۸۷۹ء میں جب بجلی کا بلب ایجاد ہو گیا تو موم بتیاں بننا کم ہو گئیں۔ موم بتیاں اب خاص خاص موقعوں پر مثلاً سال گرہ پر استعمال کی جاتی ہیں۔ ☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ نومبر ۲۰۱۶ء کے بارے میں ہیں

● مسعود احمد برکاتی کا مضمون ''وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ'' اور نسرین شاہین کا مضمون ''آبِ زم زم'' معلومات کے ذخیرے سے کم نہ تھا۔ شریف شیوہ کی نظم ''میں ہوں کتاب'' بہت اچھی اور لاجواب تھی۔ نیا قیدی کا پہلا ٹکڑا پسند آیا۔ معلومات ہی معلومات سے معلومات کا ذخیرہ پایا۔ آگے بڑھنا آگے چلنا بھی اچھی نظم تھی۔ محمد ذوالقرنین خاں کی بلاعنوان کہانی خوب صورت تھی۔ ہنسی گھر نے ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دیا۔ کہانی جھوٹی خبر نے بہت متاثر کیا۔ جاوید اقبال کی تحریر ''سیکڑوں سال بعد'' بہت عمدہ تھی۔ محمد فاروق دانش کی کہانی ''ماموں کا فیصلہ'' بھی خوب تھی۔ سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔

● ہمدرد نونہال کے ہر شمارے کا بے چینی سے انتظار کرتی ہوں۔ نومبر کا شمارہ تو جلد ہی مل گیا تھا۔ ہم ننھے بچے آپ سے سیکھتے ہیں۔ مضمون ''آبِ زم زم'' میں کسی جگہ حاجرہ اور کسی جگہ ہاجرہ لکھا ہے۔ درست لفظ کون سا ہے؟ شیبا، حیدرآباد۔

> ''ہاجرہ'' درست ہے۔ صرف دو جگہ غلطی سے حاجرہ چھپ گیا ہے۔ آپ نے پورا خط اردو میں لکھ کر نام پتا انگریزی میں کیوں لکھا؟ پورا نام پڑھا نہیں جا رہا ہے۔

● ہمیشہ کی طرح اس بار بھی جاگو جگاؤ میں یاد رکھنے والی باتیں اور سلیم فرخی کی پہلی بات پڑھنے کا شوق تھا، جو پہلی فرصت میں پڑھ لیں۔ مجموعی طور پر رسالہ اچھا تھا۔ تحریریں کافی اچھی تھیں۔ آخر میں آپ لوگوں کو اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر مبارک دیتا ہوں۔ ایم اختر اعوان، کراچی۔

● اس مرتبہ سرورق اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ نے اس مرتبہ بھی ایک اہم بات یاد دلادی کہ اپنے کام کے ساتھ دوسروں کے کام کرنا نیکی ہے۔ نعت رسولِ مقبولؐ بہت اچھی تھی۔ کہانیوں میں عقل مند کی تلاش اور سیکڑوں سال بعد بہت اچھی تھی۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ نہایت ہی اچھے انداز میں بیان کیا گیا تھا۔ ہنسی گھر نے اس مرتبہ بھی دل خوش کر دیا تھا۔ محمد ارسلان رضا، کھروڑ پکا۔

● انکل! معلومات افزا میں علامہ اقبال کا جو شعر دیا گیا ہے اس میں اغیار اور کاشانوں کے معنی کیا ہیں؟ طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکارپور۔

> اغیار، غیر کی جمع ہے۔ شعر میں مراد ہے غیر مسلم اقوام۔ کاشانہ، رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں، یعنی آشیانہ، گھونسلا، جھونپڑا وغیرہ یہ فارسی کا لفظ ہے۔

● نومبر کا رسالہ بہت دل چسپ تھا، معلوماتی اور پُر اثر تحریروں سے بھرپور بھی تھا۔ لغت سے استفادہ کیا۔ خبرنامہ تو مجھے بے حد پسند ہے۔ غلام حسین میمن، سلیم فرخی اور مسعود احمد برکاتی کے قلم میں واقعی جادو ہے۔ محمد اویس رضا عطاری، کراچی۔

● ہمدرد نونہال ماشاءاللہ بچوں کے ادب میں بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اس بار کا شمارہ بھی بہت اچھا تھا۔ حفصہ زمان، گرین ٹاؤن، کراچی۔

● اکتوبر کے شمارے میں پہلی بات، عظیم شہادت، ماں کی دعا اور انمول ہیرا پڑھ کر شہیدوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ ''قائد نونہال ایک نظر میں'' آمنہ غفار نے شہید حکیم محمد سعید کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ ''آواز کا جادو'' بچوں کی تربیت کے حوالے سے اچھی کاوش ہے۔ حسن ذکی کاظمی کی ''بلاعنوان کہانی'' اچھی فکشن ہے۔ جاوید اقبال کی کہانی ''جنگلی لڑکا'' بھی اچھا ہے۔ ''پاکستان کے مشہور قلعے'' میں ملتان کے قلعے کہنہ قاسم باغ کا ذکر رہ گیا ہے۔ باقی سلسلے مناسب ہیں۔ محمد اصغر بھٹہ، ملتان۔

● ہمدرد نونہال کے ہر شمارے میں بلاعنوان کہانی اچھی ہوتی ہے۔ حسنات احمد چوہان، ٹبہ چوہان۔

● سرورق بہت اچھا تھا۔ کہانیاں بھی سپر ہٹ تھیں۔ اتنی اچھی کہانیوں نے مجھے خط لکھنے پر مجبور کر دیا۔ اتنی مناسب قیمت پر اتنا اچھا رسالہ دینے کے لیے شکریہ۔ عمران چوہان، ملب چوہان۔

● نومبر کے شمارے کا سرورق معصوم بچی سے سجا ہوا اور بہت دل کش تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ ہر شمارے میں کتابوں کی جو فہرست شائع کی جاتی ہے، کیا کتابوں کی اصل قیمت ہوتی ہے؟ ملک محمد احسن، راولپنڈی۔

یہ کتابوں کی اصل قیمت ہوتی ہے۔ بک کلب کے ممبروں کو ۲۵ فی صد تک رعایت دی جاتی ہے۔

● ہمدرد نونہال کا تازہ شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ ہنسی گھر نے ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دیا۔ سب کچھ ہی بہت اچھا تھا۔ کہانیاں بھی زبردست تھیں۔ نام معلوم، سکرنڈ (نواب شاہ)

● تمام کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی اور یہ آپ سب کی محنت کا ثمر ہے۔ بلاعنوان کہانی سب پر بھاری رہی، بہت ہی زبردست تھی۔ جاگو جگاؤ بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔ پتا نہیں کتنے سونے والوں کو جگایا ہوگا۔ معلومات افزا میں معلومات بہت زبردست ہوتی ہیں۔ ہنسی گھر نے بہت ہنسایا۔ نظمیں بھی بہت ہی پسند آئیں۔ محمد بلال یوسف، جھنگ صدر۔

● سرورق بہت اچھا تھا۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح دماغ روشن کر دینے والے تھے۔ تحریریں ساری لاجواب تھیں۔ کس کس کی تعریف کروں۔ آپ سب کی کاوشوں کا بھرپور اندازہ ہوا۔ نظمیں ساری اچھی لگیں۔ تمام تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ آصف بوزدار، میر پور ماتھیلو۔

● جاگو جگاؤ میں خدمت خلق کا عظیم سبق تھا۔ پہلی بات بھی شاندار تھی۔ علم طب کا امام، بھوکا مسافر، آب زم زم، عقل مند کی تلاش، علامہ اقبال اور بچے، نے شمارے کو آٹھ چاند لگا دیے۔ ہنسی گھر بھی ہنسانے والا تھا۔ بیت بازی میں بھی معیاری اشعار تھے۔ نومبر کا سارا شمارہ ہی سپر ہٹ تھا۔ حماد سعید، جڑانوالہ۔

● نومبر کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ ساری کہانیاں بہت مزے دار تھیں۔ کہانی جھوٹی خبر اچھی لگی۔ سیکڑوں سال بعد اور علم دریچے بھی اچھے لگے۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بھی خوب تھیں۔ ساری نظمیں بھی اچھی تھیں۔ عبداللہ صابر، کراچی۔

● نومبر کا شمارہ ہمیشہ کی طرح دل چسپ اور اچھا لگا۔ ہر کہانی اچھی تھی، خصوصاً عقل مند کی تلاش، بلاعنوان کہانی اور نیا قیدی اچھی لگیں۔ ہنسی گھر اور مسکراتی لکیریں بالکل اچھی نہیں لگیں۔ عمیرہ صابر، کراچی۔

● نومبر کا شمارہ نمبر ون تھا۔ عقل مند کی تلاش، نیا قیدی، جزیرہ دوال پا، سیکڑوں سال بعد بہترین تھیں۔ نونہال ادیب میں قسمت کی باڑی بازی لے گئی۔ سب کچھ ہی اچھا تھا۔ جھوٹی خبر، ماموں کا فیصلہ بھی بہترین تھی۔ تمام لطیفے اور بیت بازی کے تمام اشعار نے دل جیت لیے۔ تحریم نور طاہر، جگہ نامعلوم۔

● ہمدرد نونہال بہت دل چسپ رسالہ ہے۔ کہانیوں میں نیا قیدی، بھوکا مسافر اور جھوٹی خبر پسند آئی۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ، میں جو غلط انداز تھا، ہم وہی کرتے تھے۔ علم دریچے اور معلومات افزا اچھے سلسلے ہیں۔ نونہال خبرنامہ کی طرح شاید ہی کسی اور رسالے میں ایسی معلومات موجود ہوں۔ وجیہ کاکا خیل، پشاور۔

● اکتوبر کا شمارہ بہت ہی عمدہ تھا۔ یہ رسالہ بہت عرصے سے پڑھ رہا ہوں، لیکن خط پہلی بار لکھ رہا ہوں۔ درست لفظ مزا ہوتا ہے یا مزہ؟ حسنات احمد چوہان، ملب چوہان۔

''مزہ'' درست ہے۔ یہ لفظ فارسی سے اردو میں آیا ہے۔

● عقل مند کی تلاش، سیکڑوں سال بعد، جزیرہ دوال پا، بھوکا مسافر، نیا قیدی اور بلاعنوان کہانی زبردست تحریریں تھیں۔ باقی تمام سلسلے بھی زبردست تھے۔ غلام ٹیلین لونا ری، مظفر گڑھ۔

● کہانیاں زبردست تھیں۔ جھوٹی خبر (عبداللہ بن مستقیم) نمبر ایک پر رہی۔ ماموں کا فیصلہ (محمد فاروق دانش) دوسرا نمبر لے گئی، جب کہ تیسرا نمبر ''نیا قیدی، جزیرہ دوال پا اور سیکڑوں سال بعد'' کا تھا۔ باقی کہانیاں بھی کم نہ تھیں۔ عقل مند کی تلاش اور بلاعنوان کہانی عمدہ کہانیاں تھیں۔ مضامین سب پیارے تھے۔ آب زم زم بہت اچھا مضمون تھا۔ نظمیں سب عمدہ تھیں۔ نونہال مصور کا صفحہ اچھا تھا۔ نونہال

ادیب میں بُرائی کو روکو (انعم سبحان) کی کہانی اچھی تھی۔ قسمت کی بازی اور پہلا قدم بھی عمدہ کہانیاں تھیں۔ **نامعہ ذوالفقار، کراچی۔**

● نومبر کے شمارے میں پہلے نمبر پر نیا قیدی اور عقل مند کی تلاش تھیں۔ دوسرا نمبر بلاعنوان کہانی اور جزیرہ دوال پا کا تھا اور تیسرا نمبر بھوکا مسافر اور سیکڑوں سال بعد لے گئیں۔ مضامین سب عمدہ تھے۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ (مسعود احمد برکاتی) بہت معلوماتی مضمون تھا۔ آبِ زم زم (نسرین شاہین) اچھا مضمون تھا۔ روشن خیالات، بیت بازی، نونہال ادیب اور آدھی ملاقات اچھے سلسلے ہیں۔ سرورق پیارا تھا۔ **عالیہ ذوالفقار، کراچی۔**

● نومبر کا شمارہ لاجواب تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ انکل! میں ہمدرد نونہال کے پرانے شمارے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ **محمد مسعود احمد، ریناله خورد۔**

کتنے پرانے؟ زیادہ پرانے ہمارے پاس بھی نہیں ہیں۔

● کہانیوں میں پہلے نمبر پر عقل مند کی تلاش (م۔ ندیم ملک) دوسرے نمبر پر جھوٹی خبر (عبداللہ بن مستقیم) تیسرے نمبر پر جزیرہ دوال پا (سید محمود حسن) اور چوتھے نمبر پر بھوکا مسافر (جدون ادیب) بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ نونہال ادیب میں ''بُرائی کو روکو'' اور ''اتحاد'' اچھی تحریریں تھیں۔ نظم ''سپاہِ پاکستان'' اچھی لگی۔ علامہ اقبال اور بچے بہترین تحریر تھی۔ **امداد علی، کراچی۔**

● مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند ہے۔ اس کا ہر سلسلہ اچھا لگتا ہے۔ خاص طور پر ہنسی گھر کے لطیفے پڑھ کر تو ہمارا گھر بھی ہنسی گھر بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید ترقی دے۔ **محمد اسامہ اکرم، خیرپور ٹامیوالی۔**

● شمارے کی ہر تحریر جان دار تھی۔ روشن خیالات بہت پسند آئے۔ علم دریچے بھی اچھا سلسلہ ہے۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ بہت مفید رہا۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں اور نظمیں بھی لاجواب تھیں۔ **حافظ محمد اشرف، حاصل پور۔**

● نومبر کے شمارے کا سرورق انتہائی خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح سبق آموز تھے۔ آبِ زم زم، علامہ اقبال اور بچے، معلومات ہی معلومات سے کافی کچھ سیکھنے کو ملا۔ ہدایتوں سے بھرپور تحریر ''وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ'' اچھی تھی۔ باقی کہانیوں میں جزیرہ دوال پا، بلاعنوان کہانی، سیکڑوں سال بعد، بھوکا مسافر، جھوٹی خبر، ماموں کا فیصلہ، عقل مند کی تلاش اور نیا قیدی لاجواب تھیں۔ **محمد الیاس کے سی رنجیدہ، بلوچستان۔**

● نومبر کے شمارے کا سرورق انوکھا اور خوب صورت ہے۔ مکمل تصویر بغیر کسی ڈیزائن کے خوب صورت لگ رہی ہے۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات اور اس مہینے کا خیال حسبِ سابق بہت گہرا سبق دے گئے۔ روشن خیالات نے دل اور خیالات کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ آبِ زم زم، علامہ اقبال اور بچے، وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ اچھے مضامین تھے۔ علم طب کا امام معلوماتی مضمون تھا۔ عقل مند کی تلاش، نیا قیدی، جزیرہ دوال پا، بھوکا مسافر، جھوٹی خبر اچھی کہانیاں تھیں۔ **محمد ارسلان صدیقی، کراچی۔**

● نومبر کے شمارے میں سب تحریریں اچھی تھیں۔ آبِ زم زم (نسرین شاہین) نمبر ون تحریر ہے۔ نیا قیدی (م۔ص۔ ایمن) زبردست ہے۔ علم طب کا امام بہت معلوماتی تحریر تھی۔ مزید ایسی تحریر ہونی چاہیے۔ نظم منے کی پٹائی بہت اچھی تھی اور عبدالستار ایدھی کے نام خط بھی اچھا تھا۔ انکل! مجھے ستمبر کا نونہال نہیں ملا، دفتر سے منگوانے کا طریقہ بتائیں۔ **رشنا جمال الدین، جگہ نامعلوم۔**

آپ نے اپنے نام کے ساتھ پتا تو لکھا ہی نہیں۔

● حکیم محمد سعید کی باتیں اور روشن خیالات ہر بار بہت سبق دیتے ہیں۔ جن پر ہر کسی کو عمل کرنا چاہیے۔ پہلی بات قابلِ فخر ہے۔ علامہ اقبال فخرِ انسانیت ہیں۔ علامہ اقبال کی ہر نظم ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ نعت نبیؐ اور آبِ زم زم بہترین تھیں۔ اس بار کہانیوں میں عقل مند کی تلاش، نیا قیدی، جزیرہ دوال پا، سیکڑوں سال بعد اور ماموں کا فیصلہ نے رنگ بکھیرے۔ معلومات ہی معلومات، علم دریچے اور نونہال ادیب پسند آئے۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ بھی تھکن دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس بار لطیفے بازی لے گئے۔ **عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔**

● اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر مبارک باد قبول ہو۔ ہمدرد نونہال عملے کی دن رات محنت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ نومبر کا شمارہ لاجواب تھا۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ معلوماتی تحریر تھی۔ اسی طرح آب

زم زم، علامہ اقبال اور بچے، علمِ طب کا امام اچھی تحریریں تھیں۔ کہانیوں میں عقل مند کی تلاش، جزیرہ دوال پا، سیکڑوں سال بعد، بلاعنوان کہانی، بھوکا مسافر، جھوٹی خبر، ماموں کا فیصلہ بہت اچھی تھیں۔ نظموں میں سپاہ پاکستان، میں ہوں کتاب، آگے بڑھنا آگے چلنا بہت ہی خوب صورتی سے پیش کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اقوال، لطائف، اشعار سمیت سارا رسالہ ہی عمدہ تھا۔ رسالے کا ہر لفظ پھول کی مانند مہک رہا تھا۔ **تسبیح محفوظ علی، کراچی۔**

● میں ہمدرد نونہال پانچ سال سے پڑھ رہا ہوں، لیکن لکھ پہلی بار رہا ہوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ یہ خط ضرور شائع کریں گے۔ **اظہر علی چوہان، ٹب چوہان۔**

آپ کا خط تو شائع ہوگیا، لیکن آپ نے رسالے کے بارے میں پسند، ناپسند، کوئی رائے نہیں دی۔

● نومبر کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ سرورق بہت ہی پسند آیا۔ جاگو جگاؤ پڑھ کر خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوئے۔ اس مہینے کا خیال دل کو لگا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر نیا قیدی (م۔ص۔ ایمن)، دوسرے نمبر پر عقل مند کی تلاش (م۔ ندیم علیگ) اور تیسرے نمبر پر جزیرہ دوال پا (سید محمود حسن) اچھی لگیں۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ (مسعود احمد برکاتی) نے بہت کچھ سکھا دیا۔ بلاعنوان کہانی بھی دل کو چھوگئی۔ **محمد عدنان زاہد، محمد رضوان زاہد، محمد فرحان زاہد، کراچی۔**

● نومبر کے شمارے کا سرورق بہت اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات نے جہاں معلومات میں اضافہ کیا وہاں بہت کچھ سکھایا بھی۔ نعتِ رسول مقبولؐ خوب تھی۔ نسرین شاہین کا مضمون ''آبِ زم زم'' معلوماتی تحریر تھی۔ علامہ اقبال اور بچے بھی بہت اچھی تحریر تھی۔ نظم میں ہوں کتاب، نے کتاب کی اہمیت بتادی۔ سب سے اچھی کہانی جھوٹی خبر تھی، لیکن ذرا مختصر تھی۔ نیا قیدی بھی اچھی تھی۔ سیکڑوں سال بعد میں دو روحوں کی بدحواسی کا پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ جزیرہ دوال پا سپرہٹ تھی۔ نونہال مصور میں سب سے اچھی ڈرائنگ سمیعہ اور صبا کی تھیں۔ لطائف بہت خوب تھے۔ **امیح احمد، آزاد کشمیر۔**

● نومبر کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ سرورق دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات سے ہمیشہ کی طرح سبق سیکھنے کو ملا۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے۔ تحریریں تمام زبردست تھیں۔ مقدس پانی آبِ زم زم کے بارے میں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ علامہ اقبال اور بچے بلاشبہ ایک اچھی تحریر تھی۔ کہانیوں میں عقل مند کی تلاش، جزیرہ دوال پا، سیکڑوں سال بعد، جھوٹی خبر اور بھوکا مسافر زبردست تھیں۔ **مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل بلوچستان۔**

● نومبر کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں مجھے بہت پسند آئیں اور لطیفے بھی بہت مزے دار تھے۔ **عائشہ خان خانزادہ، ٹنڈو جام۔**

● نومبر کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام تحریریں پسند آئیں۔ کہانیاں لاجواب اور ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ نظمیں زبردست تھیں۔ معلومات ہی معلومات اور علمِ طب کا امام سے بہت ساری معلومات سیکھنے کو ملی۔ **مدیحہ رمضان، زنیرہ عاشر، عمران بھٹہ، اویس حیدر، اُمِ ایمن، نگہت، جگنا معلوم۔**

● نومبر کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ خاص کر سیکڑوں سال بعد، جزیرہ دوال پا اور عقل مند کی تلاش بہت مزے دار کہانیاں تھیں۔ نیا قیدی کا پہلا ٹکڑا پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ **عائشہ اسرار، پشاور۔**

● نومبر کا شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ پہلی بات پڑھی اور مسعود احمد برکاتی کے لیے دعا کی۔ حکیم فرحی کا شکریہ کہ انھوں نے مسعود انکل کی جگہ سنبھالی ہے اور دوستی کے رشتے کو پروان چڑھایا۔ کہانیوں میں عقل مند کی تلاش (م۔ ندیم۔ علیگ)، جزیرہ دوال پا (سید محمود حسن)، بلاعنوان کہانی (محمد ذوالقرنین خاں)، سیکڑوں سال بعد (جاوید اقبال)، بھوکا مسافر (جدون ادیب)، ماموں کا فیصلہ (محمد فاروق دانش) وغیرہ کی کہانیاں نہایت اچھی تھیں۔ انکل! منی آرڈر کا طریقہ بتادیں، اس کا فارم کہاں ملتا ہے؟ **تہنیت آفرین ملک، منڈی بہاؤالدین۔**

منی آرڈر کا فارم ڈاک خانے سے ملے گا۔ اسے بھر کر رقم کے ساتھ وہیں جمع کرادیں۔

● سرورق دل کو چھو لینے والا تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمارے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئے۔ روشن خیالات پڑھ کر بہت ہی متاثر ہوئے۔ کہانیوں میں عقل مند کی تلاش، سیکڑوں سال بعد اور جزیرہ

دوال پا معیار کی اعلا بلندیوں پر فائز تھیں۔ محمد ذوالقرنین خاں کی بلاعنوان کہانی سب پر نمبر لے گئی۔ نظموں میں سپاہ پاکستان، آگے بڑھنا، آگے چلنا دل کو بہت بھائیں۔ نعتِ رسول مقبولؐ پڑھ کر ایمان تازہ ہوگیا۔ نیا قیدی کا پہلا ٹکڑا تجسس سے بھرپور تھا۔ نسرین شاہین کی کاوش آبِ زم زم معلومات کا خزانہ تھا۔ علامہ اقبال اور بچے (شیخ عبدالحمید عابد) معلوماتی تحریر تھی۔ نونہال ادیب میں پہلا قدم متاثر کن تھی۔ راجا ثاقب محمود جنجوعہ، عائشہ ثاقب جنجوعہ، بلیہ راجا، صدف راجا، ثانیہ فرخ جنجوعہ، ماہا مختار، ضیا فرخ، پنڈ دادن خان۔

● نومبر کے شمارے کے سرورق پر بہت ہی پیاری بچی کی تصویر نہایت پسند آئی۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات میں بہت اچھی اچھی باتیں پڑھنے کی ملتی ہیں۔ آبِ زم زم اچھی تحریر تھی۔ کہانی عقل مند کی تلاش میں اچھا سبق تھا۔ نیا قیدی کا پہلا ٹکڑا زبردست تھا۔ وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ بھی سیکھا۔ جزیرہ دوال پا، مزے دار اور سسپنس فل تھی۔ بلاعنوان کہانی پسند آئی۔ کہانی سیکڑوں سال بعد پڑھ کر ہنسی چھوٹ گئی۔ بھوکا مسافر بس اچھی تھی۔ ہنسی گھر کے لطیفے زبردست تھے۔ جھوٹی خبر اچھی کہانی تھی۔ ماموں کا فیصلہ بہت پسند آئی۔ بیت بازی کے اشعار بھی اچھے لگے۔ انکل! نونہال بک کلب کارڈ منگوانے اور استعمال کرنے کا طریقہ بتادیں اور یہ بھی بتادیں کہ سرورق پر بچے کی تصویر لگوانے کا کیا طریقہ ہے؟ حافظہ بریرہ ثاقب، کراچی۔

بک کلب کا کارڈ بنوا کر آپ ادارہ ہمدرد کی کتابیں ۲۵ فی صد رعایت سے حاصل کر سکتے ہیں۔ سرورق کے لیے ۳ سے ۵ سال تک کے نونہال کی مسکراتی تصویر (فوٹو گراف) کو مختلف مراحل سے گزار کر منتخب کیا جاتا ہے۔

● کہانیوں میں بھوکا مسافر، جھوٹی خبر اور ماموں کا فیصلہ بہت ہی دل چسپ اور سبق آموز تھیں۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ" بہت پسند آئی۔ رانا محمد شاہد کی کاوش "علمِ طب کا امام" پڑھ کر محمد بن ذکریا رازی کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا۔ نظموں میں میں ہوں کتاب دل کو اچھی لگی۔ حمیلہ زاہد کی تحریر تیندوا بہت ہی معلوماتی تھی۔ راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، راجا نزہت حیات، زمنت یاسمین، ثمینہ فرخ، شازیہ فرخ، پنڈ دادن خان۔

● اس بار مسکراتی لکیریں بھی بہت خوب تھی۔ بھوکا مسافر، جھوٹی خبر اور ماموں کا فیصلہ بہت خوب صورت کہانیاں تھیں۔ نیا قیدی کا پہلا ٹکڑا تو بہت زبردست تھا۔ جزیرہ دوال پا کپکپی طاری کرنے والی کہانی تھی۔ سیکڑوں سال بعد ایک مسکراتی کہانی تھی۔ بلاعنوان کہانی تو اس بار بہت خوب صورت تھی۔ معلومات افزا تو بہت آسان تھا۔ سب سے اچھی اور خوب صورت تحریر وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ (مسعود احمد برکاتی) تھی۔ محمد احمد غزنوی، ویرلوئر۔

● نومبر کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت اچھی تھیں۔ روشن خیالات سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ نعتِ رسول مقبولؐ بھی بہت اچھی تھی۔ عقل مند کی تلاش، نیا قیدی، جزیرہ دوال پا، ماموں کا فیصلہ اور جھوٹی خبر پڑھ کر مزہ آ گیا۔ تمام نظمیں بہت اچھی تھیں۔ محمد سعد آفتاب، لاہور۔

● اس ماہ سرورق کی تصویر اچھی لگی۔ جاگو جگاؤ بھی اچھا لگا۔ اس ماہ کا خیال بڑا اچھا تھا۔ روشن خیالات بھی بہت اچھے تھے۔ بلاعنوان کہانی (محمد ذوالقرنین خان) بڑی مزے دار لگی۔ ہنسی گھر نے تو ہنسا ہنسا کے پیٹ میں درد کر دیا۔ اس ماہ کے سوالات تھوڑے مشکل لگے۔ جھوٹی خبر (عبداللہ بن مستقیم) بس ٹھیک تھی کچھ خاص نہیں لگی۔ مسکراتی لکیروں نے ذرا مسکراہٹ نہ پھیلائی۔ عقل مند کی تلاش (م۔ ندیم علیگ) اچھی لگی۔ سیکڑوں سال بعد (جاوید اقبال) بہت پسند آئی۔ تمام کہانیاں اپنی جگہ بہت اچھی تھیں۔ نظمیں تمام پسند آئیں۔ معلومات ہی معلومات نے بہت کچھ معلومات میں اضافہ کیا۔ تمام رسالہ اچھا لگا۔ مسز انعام سبحان، نیو کراچی۔

● نومبر کا شمارہ بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگا۔ تمام کہانیاں سبق آموز تھی۔ نونہال ادیب میں تو میرے تمام ساتھیوں نے اتنا کمال کا لکھا تھا کہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس کی کہانی کو نمبر ون کا نام دوں۔ بہت سوچ بچار کے بعد عبدالستار ایدھی والی تحریر کو اول نمبر کے لیے منتخب کرلیا۔ نور فاطمہ، بلیر ہالٹ۔

☆☆☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال نومبر ۲۰۱۶ء میں جناب محمد ذوالقرنین خاں کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو تین نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ نصیحت فراموش : آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو

۲۔ وحشی کون؟ : علینا اختر، گلشن اقبال

۳۔ جیت گیا انسان : خرم خان، نارتھ کراچی

﴿ چند اور اچھے عنوانات یہ ہیں ﴾

دانشور اُلو۔ دور اندیشی۔ آ بیل مجھے مار۔ ہمیں بھی جینے دو۔ طاقت ور کون؟

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: اریبہ شیخ، محمد اویس رضا عطاری، انس ظفر، بریرہ حسین، پرویز حسین، محمد عدنان زاہد، مسکان فاطمہ، محمد حمزہ حفیظ الرحمٰن، یمنیٰ توقیر، نمرہ اقبال، اسما بنتِ شبیر احمد قریشی، محمد فائق سلیم، اقرا ندیم، فاطمہ راشد، آمنہ علی قریشی، ناعمہ تحریم، مہوش حسین، کشف ضرار، نوین جاوید خانزادہ، ایمن صابر، دعا عاصم، نور فاطمہ، محمد عمر حنین، سیدہ ردا حسین، رشنا جمال الدین شیخ، عزیر الیاس، حفصہ زمان، حافظہ بریرہ ثاقب، عبیرہ صابر، محمد بلال صدیقی، فاتحہ فراز، رضی اللہ خاں، سمیع اللہ خاں، سید اویس عظیم علی، ردا بشیر، عالیہ ذوالفقار، زحل فاطمہ، امداد علی، عائزہ خان، عطیہ خان، ماہا اسد، محمد

ارسلان صدیقی، سیدہ تسبیح محفوظ علی، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، سعد حسن، سید عفان علی جاوید، سید صفوان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، امان طارق، مسز انعم سبحان، شاہ بشریٰ عالم، محمد فرقان الدین، اریبہ افروز، اعجاز حیات، کامران گل آفریدی، محمد جلال الدین اسد خان، معین الدین غوری، محمد اویس، بہادر، نور حیات، محمد حسن وقاص، محمد اختر حیات خان، ایاز خان، احمد حسین، احسن محمد اشرف، محسن محمد اشرف، طلحہ سلطان شمشیر علی، احتشام شاہ فیصل، محمد فہد الرحمٰن، رضوان ملک امان اللہ، سمیرا بنتِ یوسف، عائشہ عبدالواسع ☆ **فیصل آباد:** حماد سعید، حذیفہ اظہر، منور سعید خانزادہ، نوال شہزاد ☆ **ڈیرہ غازی خان:** محمد مدثر، رفیق احمد ناز ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** عمیر مجید، سعدیہ کوثر مغل ☆ **بہاول پور:** حافظ محمد اشرف، محمد اُسامہ اقبال، محمد مسعود، طلحہ قدوس ☆ **رحیم یار خان:** حافظ عقبہ امجد، ابراہیم اکبر خاں ☆ **سکھر:** فلزا مہر، عامر شہزاد، اسد اللہ ☆ **لاڑکانہ:** فاطمہ زنگیجو، معتبر خان ابڑو ☆ **پشاور:** محمد حیان، وجیہہ کا کاخیل، عائشہ سید اسرار، محمد عمر ظفر ☆ **حب چوکی:** عامر خان، میر خان ☆ **پیلا:** محمد الیاس KC ریختہ، مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ **شکار پور:** طوبیٰ فاروق حسین شیخ، صبا عبدالستار شیخ ☆ **راولپنڈی:** ہانیہ نور بٹ، محمد شہیر، علی حسن، ملک محمد احسن، محمد فرقان جمال ☆ **میرپور خاص:** شہزیم راجا، فیروز احمد، مناہل محمد انور ملک، حرا محمود احمد، روضہ محمود ☆ **ملتان:** صدف عبدالشکور، حنظلہ رضوان، اسد عبداللہ، محمد شارق عباس ☆ **حیدر آباد:** حفصہ فہیم الدین شیخ، حیان مرزا، صارم ندیم، مقدس خان، آفاق اللہ خان، عائشہ ایمن عبداللہ، سارہ قریشی ☆ **لاہور:** محمد سعد آفتاب، انشراح خالد بٹ، امتیاز علی ناز، محمد عبداللہ عمر، مہک فاطمہ ☆ **اسلام آباد:** محمد حمزہ ذاکر، محمد طیب طارق، عنیزہ ہارون، بریرعباس، امامہ عائش ☆ **کوٹ غلام محمد:** آدینہ نور محمد صدیق ☆ **ٹنڈو الہیار:** آمنہ آصف کھتری ☆ **علی پور:** سلیمان یوسف سمیجہ ☆ **شیخوپورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **تیمر گرہ:** محمد احمد ہمدرد ☆ **ننکانہ صاحب:** ماہ نور محمود شیخ ☆ **ٹھٹھہ:** پُروا تاج عباسی ☆ **پنڈ دادن خان:** عائشہ جنجوعہ عاشی ☆ **منڈی بہاؤالدین:**

تہنیت آفرین ملک ☆ **لودھراں:** محمد ارسلان رضا ☆ **ایبٹ آباد:** اصبح وسیم ☆ **چکوال:** بشریٰ صفدر ☆ **اٹک شہر:** محمد عبداللہ آصف ☆ **چیچہ وطنی:** حسن عبداللہ ☆ **ٹنڈو جام:** عائشہ خان خانزادہ ☆ **کالا گجراں:** محمد افضل ☆ **سیالکوٹ:** سیدہ عائشہ طارق ☆ **کوئٹہ کینٹ:** فاطمہ جواد ☆ **پھلل شہر:** عائشہ عمران پھلل ☆ **جھنگ صدر:** علی حیدر ☆ **مانسہرہ:** زینب عباسی ☆ **کوٹلی:** محمد جواد چغتائی ☆ **وہاڑی:** مومنہ ابو جی ☆ **گوجرانوالہ:** آمنہ رضوان ☆ **ڈھل باغ:** مریم فاطمہ ☆ **گھوٹکی:** اسحاق گڈانی ☆ **سرگودھا:** بتول زاہد ☆ **جگہ نامعلوم:** مریم رانا، محمد شاہ میر فاروق کھوکھر۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی ؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی ◆ بامقصد نہیں تھی ◆ طویل تھی ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔
◆ پنسل سے لکھی تھی ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی ◆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔
◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔
◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔
◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہر گز نہ لکھیے ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے، بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے ◆ قول بہت مشکل نہ ہو ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اُڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو ◆ نونہال بلا عنوان یا قسط وار کہانی نہ بھیجیں ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے، تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے ◆ کتاب وغیرہ منگوانے کے لیے شعبۂ مطبوعات ہمدرد کو علاحدہ خط لکھیں ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابلِ اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کوپن الگ کاغذ پر چپکائیں ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔

(ادارہ)

جوابات معلومات افزا - ۲۵۱

سوالات نومبر ۲۰۱۶ء میں شایع ہوئے تھے

نومبر ۲۰۱۶ء میں معلومات افزا-۲۵۱ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ تقریباً ۱۲ سال خلیفہ رہے۔

۲۔ حضرت امام حسینؓ سنہ ۴ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

۳۔ مشہور مسلمان عالم دین شاہ ولی اللہ کا اصل نام عظیم الدین تھا۔

بعض کتابوں میں قطب الدین درج ہے اور کئی نونہالوں نے یہی نام لکھا ہے۔ ہم نے اسے بھی درست تسلیم کیا ہے۔

۴۔ لیبیا براعظم افریقا کا ایک اسلامی ملک ہے۔

۵۔ ''لزبن'' پرتگال کا دارالحکومت ہے۔

۶۔ جمہوریہ آذر بائیجان کی کرنسی منات کہلاتی ہے۔

۷۔ مادھو لال حسین پنجابی کے صوفی شاعر تھے۔

۸۔ مشہور ادیبہ قرۃ العین حیدر، مشہور ادیب سجاد حیدر یلدرم کی بیٹی تھیں۔

۹۔ جب پاکستان میں دن کے ۱۲ بجتے ہیں تو ایران میں صبح کے ساڑھے دس بجے کا وقت ہوتا ہے۔

۱۰۔ آزاد کشمیر کے پہلے صدر سردار محمد ابراہیم خان تھے۔

۱۱۔ ہوا کا دباؤ معلوم کرنے کے لیے بیرومیٹر استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ کیکڑے کی پانچ جوڑی، یعنی دس ٹانگیں ہوتی ہیں۔

۱۳۔ پانی ۳۲ درجے فارن ہائیٹ پر جم جاتا ہے۔

۱۴۔ ''POPPY'' انگریزی زبان میں خشخاش کو کہتے ہیں۔

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: ''نقار خانے میں توتی کی آواز کون سنتا ہے۔''

۱۶۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر　　　برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: ثروت حسین، ماریہ سعید، پرویز حسین، سید عفان علی جاوید، سعد بن ضیا۔
☆ اسلام آباد: حسن قزلباش ☆ حیدر آباد: مرزا تیمور بیگ ☆ لاہور: امتیاز علی ناز۔
☆ چیچہ وطنی: حسن عبداللہ ☆ ٹمیاری: ایم حارث ارسلان انصاری۔
☆ وہاڑی: مومنہ ابو جی ☆ لاڑکانہ: فاطمہ زنگیجو ☆ شکار پور: صبا عبدالستار شیخ۔
☆ گھوٹکی: مبین خان جسکانی ☆ شیخوپورہ: محمد احسان الحسن۔

۱۶ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ کراچی: ماہم رانا، سیدہ ردا حسین، سید محمد حسین شاہ، ماہ رخ، زل فاطمہ، علینا اختر، سیدہ جویریہ جاوید، سید صفوان علی جاوید، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، ثمرہ شاہد، حفصہ زمان، مسفرہ محمد انیس ☆ اسلام آباد: امامہ عائش ☆ حیدر آباد: عائشہ ایمن عبداللہ، سیدہ نسرین فاطمہ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ تلہ گنگ: بشریٰ صفدر ☆ سکرنڈ: نوال شہزاد ☆ اٹک: عمارہ احسن خان ☆ پشاور: محمد حمدان ☆ اوکاڑہ کینٹ: محمد جہانزیب ☆ میانوالی: نجم الحسن ازل ☆ گوجرانوالہ: آمنہ رضوان ☆ ملتان: احمد عبداللہ ☆ سکھر: فلزا مہر ☆ راولپنڈی: ہانیہ نور بٹ ☆ میر پور خاص: روضہ محمود۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: شاہ محمد اظہر عالم، صائمہ صلاح الدین، سمیع اللہ خان، رضی اللہ خاں، حافظہ بریرہ ثاقب، عائشہ عدنان، رجاء جاوید خانزادہ ☆ بہاول پور: طلحہ قدوس، محمد اسامہ اقبال ☆ ملتان: ابیحہ ثاقب، محمد واصف طارق قریشی ☆ لاہور کینٹ: انشرح خالد بٹ، محمد سعد آفتاب ☆ میر پور خاص: مناہل محمد انور ملک، عدیل احمد ☆ راولپنڈی: ملک محمد احسن، علی حسن، سیدہ عدینہ نور، محمد فرقان جمال، محمد ارسلان ساجد ☆ اوتھل: مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ ٹنڈوالہیار: آمنہ آصف کھتری ☆ کہروڑ پکا: محمد ارسلان رضا ☆ اسلام آباد: عنیزہ ہارون

☆ حیدرآباد: حفصہ فہیم الدین شیخ ☆ کالا گجراں: محمد افضل ☆ ڈیرہ اسماعیل خان: محمد معوذ ☆ رحیم یار خان: مریم مصطفیٰ ☆ لاڑکانہ: معتبر خاں ابڑو ☆ فیصل آباد: ارحم اظہر ☆ کوٹلی: زرفشاں بابر ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز ☆ کبیر والا: عمر اشرف آرائیں ☆ شیر شاہ روڈ: محمد انصر فاروق کھوکھر۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: محمد عدنان زاہد، ایاز حیات، نور حیات، محمد فہد الرحمٰن، بہادر، بشریٰ عبدالواسع، کنول فاطمہ زیدی، زہرا فرقان، مسکان فاطمہ ☆ لاہور: مشعال آصف ☆ راولپنڈی: محمد شہیر ☆ فیصل آباد: حماد سعید ☆ حیدرآباد: اسما بنتِ شبیر احمد قریشی ☆ مانسہرہ: وجیہہ عباسی ☆ میر پور خاص: شہزیم راجا ☆ مظفر گڑھ: غلام یٰسین نوناروی ☆ سکھر: اسد اللہ ☆ بھکل شہر: شاہ زیب اعجاز بھکل ☆ کوئٹہ کینٹ: عائشہ جواد ☆ رحیم یار خان: حافظ عقبہ امجد۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: اقبال احمد خاں، سید اویس عظیم علی، محمد اختر حیات خاں، احسن محمد اشرف، محسن محمد اشرف، طلحہ سلطان شمشیر علی، احتشام شاہ فیصل، بشریٰ مشتاق، خدیجہ راشد، انس ظفر ☆ پنڈ دادن خان: راجا ثاقب محمود جنجوعہ، صاحبزادہ ناصر محمود للہ ☆ ملتان شہر: صدف عبدالشکور ☆ منڈی بہاؤ الدین: تہنیت آفرین ملک ☆ کیمرہ گرہ: محمد احمد ہمدرد ☆ سرگودھا: راجا مرتضیٰ خورشید علی ☆ ستانواں: عمیرہ ملک ☆ سکرنڈ: اطروبہ عدنان خانزادہ ☆ میانوالی: محمد حمزہ نعیم ☆ اٹک شہر: ثانیہ آصف ☆ سکھر: عامر شہزاد۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: احمد حسین، محمد حسن وقاص، کامران گل آفریدی، اعجاز حیات، ناعمہ ذوالفقار، صدف آسیہ، ایم اختر اعوان ☆ بیلا: محمد الیاس KC ریختہ ☆ میر پور خاص: حرا محمود احمد۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: اریبہ شیخ، محمد اویس رضا عطاری، اقرا ندیم، یمنیٰ توقیر ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: عمیر مجید ☆ منگووال: تحریم نور۔

نونہال لغت

مَسا	مَ سَا	شام۔ شام کا وقت۔ سانجھ۔
بے بہا	بَ ے بَ ہَا	اَن مول۔ بیش قیمت۔
حاجت روا	حَا جَ ت رَ وَ ا	ضرورت پوری کرنے والا۔ مراد پوری کرنے والا۔
مُشکل کشا	مُ ش کِ ل کُ شَا	مشکل حل کرنے والا۔ مصیبت دور کرنے والا۔
اِیقان	اِ ی قَا ن	یقین کرنا۔ یقین ہونا۔ یقینی طور پر جاننا۔
نَوِشتہ	نَ وِ ش تَہ	لکھا ہوا۔ تحریری سند۔ دستاویز۔ تقدیر۔
آستانہ	آ س تَا نَہ	چوکھٹ۔ درگاہ۔ بزرگ کا مقبرہ۔ گھر۔ مزار۔
اِنحصار	اِ ن حِ صَا ر	دارومدار۔ احاطہ۔ منحصر ہونا۔ گھرنا۔ محصور ہونا۔
پَند	پَ ن د	نصیحت۔ ہدایت۔ نیک صلاح۔ بھلائی کی بات۔
پِنڈال	پِ ن ڈَا ل	بڑا شامیانہ۔ جلسہ گاہ کے لیے بنایا جانے والا مکان۔
چَسکا	چَ س کَا	چاٹ۔ مزہ۔ وہ مزہ زبان جس کی عادی ہو۔ چٹورپن۔
بُحران	بُ ح رَا ن	بیماری کے زور کا دن۔ طبیعت اور مرض کی کش مکش۔ نازک حالت۔ تعطل۔
پیوست	پے وَ س ت	جڑا ہوا۔ ملا ہوا۔ مستحکم۔ مضبوط۔
چِلّہ	چِ ل لَہ	چالیس دن کا زمانہ۔ چالیس روز کی گوشہ نشینی۔
واعظ	وَا عِ ظ	وعظ کہنے والا۔ نصیحت کرنے والا۔
دِیپ	دِ ی پ	دیا۔ لیمپ۔ لالٹین۔ چراغ۔
رَقم	رَ قَ م	تحریر۔ لکھنا۔ روپیا۔ پیسہ۔ مال و دولت۔
مُصاحب	مُ صَا حِ ب	ساتھی۔ ہم صحبت۔ ہم نشیں۔ خاص دوست۔ ندیم۔